الماس رخشان روشن بیانی و لعل تابان لآلی افشانی
منجملۂ چار جلد
کلیات ظفر
دیوان دوم
مطبع نامی منشی نولکشور میں نقش گزین نگین طبع ہوا

جلد دوم دیوان ظفر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاباش ہے لا رشد کہ اللہ تعالے
پہچانا اُسے تونے جسے دیکھا نہ بھالا

بیہوش ہوا ہیں دیکھ کے اُس ہوش ربا کو
جیسے کہ ابھی اُسنے نتھا ہوش سنبھالا

ہی داغ بدل آتش خسیار سے تیرے
گردون پہ قمر اور زمین پر گل لالا

شعلہ سا رہے ہے بطرح کر دل پہ تری زلف
کیونکر نہ بچیگا کہ ڈسے ہی اسے کالا

اللہ رے تری جنبش مژگان ستم کیش
اک پل میں کیے تونے دو عالم تہ و بالا

تیرے رخ روشن کے تصور سے ہمیشہ
ہی کلبۂ تاریک میں عاشق کے اوجالا

جائیگی نکل جان مری دیکھ کماندار
تیرا پینا اگر تونے مرے دل سے نکالا

ہر خار بیابان ہے موتی سے پروتا
جب پھوٹکے روتا ہی مرے پانوں کا چھالا

شعر تر اتنے نکالے کہ بہا لے دریا
ای ظفر طبع رواں ہے تری طوفان اوگلا

خدا ناخواستہ گر خط میں میرا نام آجاتا
تو قاصد پر غضب ہی دل ناکام آجاتا

جو کرتا اگے یاں آرام وہ آرام جان اپنا
تو اپنی جان بے آرام کو آرام آجاتا

ترے کوچہ سے آتے ہیں تو چال اپنا ہوتا ہی
کہ ہمکو ضعف سے غش ہی سر ہر گام آجاتا

ہوس طوبیٰ کے جنت کی نہ ہوتی تیرے کشتہ کو
اگر تو گور پر السیر وگل اندام آجاتا

ہوا پہلے ہی کام آخر ترے ناکام کا ورنہ
کسی دن ای بت خود کام تیرے کام آجاتا

پیام مرگ کیوں بھیجا اجل قاصد کو پہونچاتا
جو قاصد لیکے تیرے وصل کا پیغام آجاتا

گرفتاری نصیبوں میں نہ ہوتی تو چمن سے ہم
بھلا اس طرح کیوں صیاد زیر دام آجاتا

تری دولت سے ہوتے ساقیا جمشید دوران ہم
اگر اس دور میں ہاتھ اپنے کوئی جام آجاتا

خجالت سے دکھاتا منہ نہ اپنا ماہ گردوں پر
ظفر وہ بام پر اپنے جو وقت شام آجاتا

ابھی کیا تمکو وحشت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا
جواب خط میں دقت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

خطا کی میں نے ایسی کیا جو اس نے یہ نہ پوچھا
تجھے غم کیا تھا حسرت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

قلم خط لکھتے لکھتے مجکو اس نے رکھ دیا کیوں
سبب کیا تھا حقیقت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

جواب خط کیا جسپر قلم انداز تو نے
وہ بات ای بے مروت کیا تھی خط لکھا تو ہوتا

دیگر

نکالے چاہ غمِ یار سے کے غریقون کو
وہ کونسا ہی شمکش ترا بتا ظالم

کوئی بھی ایسا نظر آشنا نہین آتا
جو خود بخود تری جانب کھنچا نہین آتا

تمھارے وصل کو پیارے گذر گئے ہہ ؤ سال
گلہ ظفر کو کچھ اسکے سوا نہین آتا

یار آئے مرے پیش نظر ہو نہین سکتا
اور آئے تو دیکھون نہ اُدھر ہو نہین سکتا

موڑا نہ کبھی مُنھہ تری شمشیر جفا سے
پھر ایسا کسیکا بھی جگر ہو نہین سکتا

لیجاؤ غم و رنج نہ کیون ساتھ جہان سے
بے توشہ تو یہ مجھسے سفر ہو نہین سکتا

تم لاکھ کرو حضرت دل نالہ و فریاد
چاہو کہ ہو کچھ اسکو اثر ہو نہین سکتا

کچھ شمع نے ہی معجزۂ عشق دکھایا
سر کٹ کے تو پیدا کبھی سر ہو نہین سکتا

جبتک کہ تصور ہو وا شون کا تمھارے
آنکھون مین مرے اشک گہر ہو نہین سکتا

کیا کیا ہوئی میرے لئے خانہ خرابی
پر اب بھی تو دل مین ترے گھر ہو نہین سکتا

رسوائے جہان کرتا ہی کیا کیا مجھے گریہ
مین چاہتا ہون ضبط ہو پر ہو نہین سکتا

جو کام کیا ہمنے محبت مین بتو ن کی ئ
واللہ کسی سے بھی ظفر ہو نہین سکتا

جو وہ قاتل نہ اپنے ہاتھوں مین خنجر لیے پھرتا
تو یہ سرباز پھر کیون سر ہتھیلی پر لیے پھرتا

اگر تجھو نہ پڑتے ایسے جنون اس تیری شورش پر
تو یون ہر طفل میرے ساتھ کیون پتھر لیے پھرتا

دامن وجیب ای ظفر چاک ہو تو ہو رفو
دل نہین جاتا سیا یہ جو پھٹا تو پھٹا

بتون کی ہی وہ آشنائی کا دھندا
کہ ہی جسمین ساری خدائی کا دھندا

وہ جب دیکھو آئینہ ہی دیکھتے ہین
رہے ہی انھین خود نمائی کا دھندا

جیے یا مرے پر نہ عاشق سے چھوٹے
خیالِ وصال وجدائی کا دھندا

ہمارا تو پیشہ ہی رندی ہمیشہ
ہوا ہمسے کب پارسائی کا دھندا

پڑی منھ پہ آئینہ کے خاک کیا کب
ملے خاک مین یہ صفائی کا دھندا

رہے ہی خم وپیچ مین زلف جانان
وبال اسکو ہی کج ادائی کا دھندا

رہا جب تلک دم رہا ساتھ دم کے
ظفر سب برائی بھلائی کا دھندا

دیکھ کر رخ پہ ترے زلف دوتا کا پھندا
جا پھنسا طائر دل تھا وہ بلا کا پھندا

ہاتھ آئے نہ کسو کے بھی یہ آہو نگمان
نہ پڑے پانون مین گر شرم وحیا کا پھندا

اسکی قدرت کا ہی یہ کھیل نگولا ہی کہان
خاک کو باندھتا ہی دیکھو ہوا کا پھندا

رہے زنار محبت مین گلا کیون نہ پھنسا
کہ یہ ڈالا ہوا ای بت ہی خدا کا پھندا

بحر ہستی ہی عجب دام گہ صید اجل
جا بجا جسمین ہی گرداب فنا کا پھندا

طائر ہوش کو پرواز مین کرتا ہی شکار
تیرے نازنگہ ہوش ربا کا پھندا

ہمنے تری خاطر سے دل زار بھی چھوڑا	تو بھی نہوا یار اور اک یار بھی چھوڑا
کیا ہوگا رفوگر سے رفو میرا گریبان	اے دست جنون تونے نہین تار بھی چھوڑا
دین دیکے گیا کفر کے بھی کام سے عاشق	تسبیح کے ساتھ اُسنے تو زنار بھی چھوڑا
گوشہ مین تری چشم سیہ مست کے دل نے	کی جبسے جگہ خانۂ خمار بھی چھوڑا
اس سے ہی غریبونکو تسلی کہ اجل نے	مفلس کو جو مارا تو نہ زردار بھی چھوڑا
ٹیڑھے نہو ہمسے رکھو اخلاص تو سیدھا	تم پیار سے رکتے ہو تو لو پیار بھی چھوڑا
کیا چھوڑے اسیران محبت کو وہ جسنے	صدقے مین نہ اک مرغ گرفتار بھی چھوڑا
پہنچی مری رسوائی کی کیونکر خبر اُسکو	اُس شوخ نے تو دیکھنا اخبار بھی چھوڑا

کرتا تھا جو یان آنیکا جھوٹا کبھی اقرار
مدت سے ظفر اُسنے وہ اقرار بھی چھوڑا

ادھر تو دشت وحشت نے گریبان کھینچکر پھاڑا
اُدھر ہر خار صحرائی نے دامان کھینچکر پھاڑا

نہ اتنے مجھسے تم کھنچتے نہ اتنا تم سے دل پھٹتا
مرا دل رات کو تمنے تو جانان کھینچکر پھاڑا

کشاکش سے جنون کے تیرے دیوانے نے مرکر بھی
کفن اپنا تہِ خاک بیابان کھینچکر پھاڑا

دیکھا جو مجھے ساغر و ساقی ...
آنکھوں مین مری ...
آگاہ تو کیا مجھے لذت سے عشق کی

ظفر ... دیوان ظفر

دیگر

دیوانہ وہ ہو نہیں کہ جیسے لڑکے دور سے | ہیں گو بھنو نہیں مارتے پتھر پھرا پھرا
مجکو تھکا دیا دل خانہ خراب نے | ہر جا بیون نالے عشق مین گھر گھر پھرا پھرا
بک بک کا ناصحون کی نہ مجکو ہوا اثر | آخر وہ چپکے بیٹھ رہے سر پھرا پھرا
یہ صید تیرا بستۂ فتراک تو ہوا | قاتل بلا سے حلق پہ خنجر پھرا پھرا

پھرتا مزاج انکا کسی سے نہین ظفر
لیکن مرا جو مجھ سے مقدر پھرا پھرا

آشنا بحر محبت مین کوئی گر تیرا | ہمنے جانا کہ یہ تیر اک سمندر تیرا
ایسا گھبرا کے گرا ڈوبگیا گرتے ہی | دل ترے چاہ زنخدان مین دم بھر تیرا
لال کاغذ کا کنول جیسے کہ تیرے سر آب | لخت دل آنسوؤن مین یون ہی اکثر تیرا
آفرین تجکو دلا بحر غم عشق مین تو | خوب سیدھا روش شیر دلاور تیرا
بحر بخشش مین نہ کیون ڈوبے گرانبار گناہ | کہ نہیں پانی پہ ہرگز کوئی پتھر تیرا
دست و پا مارکے اپنے دم بسمل کر گیا | خون کے دریا مین ترا عاشق مضطر تیرا
جس طرح پانی پہ تیرے کوئی تنکا اس طرح | آب گریہ مین ہمارا تن لاغر تیرا
رکھ دیا سینہ تری تیغ پہ اپنا مین نے | آب شمشیر پہ مین مثل شناور تیرا

تیرنا عشق کے دریا مین اگر سیکھے دل
تو ظفر پہلے اسے ہاتھون کے اوپر تیرا

دیگر

جو ذرۂ فخر جہان کا ہو گدا اُسکو ظفر
بادشاہی سے زیادہ ہو گدائی مین مزا

حال کب ہی شام سے اپنا سحر تک یکسا — دوپہر تک ایک سا ہی دوپہر تک ایک سا
کیا تلون ہی کہ رہتا ہی نہین اُنکا مزاج — آتے آتے اپنے گھر سے تیرے گھر تک ایک سا
اشک جو اُٹھے دم گریہ تو بہو دریا خون — موجزن تھا دل سے لیکر چشم تر تک ایک سا
کیا نکلے طائر دل زلف کے پھندے سے یا نو — اسمین وہ اُلجھا ہوا ہی بال و پر تک ایک سا
جانتے ہین یان نہین رہنے کے لیکن سینہ بھی — شوق اسباب اقامت سے سفر تک ایک سا
لبریز داغون سے ہون گُل چراغان کی طرح — سر سے لیکر پانون تک پانون سے سر تک ایک سا
واہ کیا میدان جیسے خاک اُڑانے کیلیے — عشق کا صحرا اودھر سے ہی ادھر تک ایک سا
پھونکدی ہی کسنے بیہوشی یہان ایسی کہ ہی — مست غفلت بیخبر سے باخبر تک ایک سا
روی تو خط پر ہین کیا مژگان ابرو دیکھنا — ہی یہ مصحف یکقلم زیر و زبر تک ایک سا
میرے سینہ مین کمان ابرو تراتیر نگاہ — واہ ہی کیا کارگر دل سے جگر تک ایک سا

کشور صحرائے وحشت ہو گیا ہی اب خراب
ورنہ تھا آباد مجنون سے ظفر تک ایک سا

نہ تو جھانکا نہ اُسے روزن در مین تا کا — ہمنے تا کا بھی تو سوراخ جگر مین تا کا
عرش سے فرش تلک جو ہی وہ سب ہین اُسین — کیا بتائین کہ ہی کیا ہمنے بشر مین تا کا

مطلع ثانی

مطلع ثالث

کیا کہین دیکھا خط فرق اُس مہر پُر نور کا | کہکشان سے چاک ہی سینہ شب دیجور کا

مطلع ثانی

ہی یہ حال ناتوانی عاشق رنجور کا | سر پہ ہی سایہ گران مژگان چشم حور کا

مطلع ثالث

ہی تو انشان پر ہی یہ عالم بت مغرور کا	جلوۂ شوخی پری کا سا ہی چہرہ حور کا
اشک کے قطرے کو کیون سمجھے ہی مژگان پر نہ نور	عکس ہی اصلی مرتبہ ہی دار پر منصور کا
کرتے ہین ہر دم مشبک جوہری آہونکے تیر	چرخ پر انجم ہی مہسر خانہ زنبور کا
دور ہین دل سے جو دیکھے تو وہ نزدیک ہی	تجھ مین اُسمین ہی بظاہر ایک عرصہ دور کا
دل نہین کھلنے کا دل پر جب تلک ہی داغ عشق	قفل تعویذی ہی یہ اس خانۂ معمور کا
میرے نالے سے قیامت بھی کہے ہی الامان	دیکھنا دم بند کر دیگا یہ دم مین صور کا

آدمی کو چاہیے آدم شناسی اے ظفر
ہی یہ فرمودہ ہمارے حضرت تیمور کا

جب خون تطر یار کی شمشیر سے ٹپکا | مریخ ہو قطرہ فلک پیر سے ٹپکا

مطلع ثانی

جو قطرہ پیکان کہ ترے تیر سے ٹپکا	خون ہو کے وہ زخم دل نخچیر سے ٹپکا
سنبل پہ گی اوس سی پڑ جبکہ دم غسل	پانی تری اُس زلف گرہگیر سے ٹپکا

رخ جو زیر سنبل پر پیچ و تاب آجائیگا	پھر کے برج سنبلہ مین آفتاب آجائیگا

مطلع ثانی

تیرا احسان ہوگا قاصد گر شتاب آجائیگا	صبر مجکو دیکھ کر خط کا جواب آجائیگا

مطلع ثالث

ہو نہ بیتاب اتنا گر اسکا عتاب آجائیگا	تو غضب مین ایدل خانہ خراب آجائیگا
اسقدر رونا نہیں بہتر بس اب اشکو نکو رکو	ورنہ طوفان دیکھو ای چشم پر آب آجائیگا
پیش ہو ویگا اگر تیرے گناہوں کا حساب	تنگ ظالم عرصۂ روز حساب آجائیگا
دیکھ کر دست ستم مین تیری تیغ آبدار	میرے ہر زخم جگر کے منھ مین آب آجائیگا
اپنی چشم مست کی گردش نہ ای ساقی دکھا	دیکھ جگر مین ابھی جام شراب آجائیگا
خوب ہوگا ہان جو سینہ سے نکل جائیگا تو	چین مجکو ای دل پر اضطراب آجائیگا

ای ظفر اٹھ جائیگا جب پردۂ شرم و حجاب
سامنے وہ یار میرے بے حجاب آجائیگا

مثال گوہر آنکھوں سے جو آنسو بنکے نکلیگا	تو ساتھ اسکے برنگ لعل لہو بنکے نکلیگا
تری محفل مین جائیگا کوئی کیسا ہی گردنا	وہ دیوانہ مجھی سا ای پریرو بنکے نکلیگا
پکارا تھا جو اسکو دوست اپنا جان کر مینے	نجانا تھا کہ گھر سے دشمن یون وہ عدو بنکے نکلیگا
جو ہوگی جوی اشک اس سرو قد کی یاد مین جاری	تو نالہ دل سے اک سرو لب جو بنکے نکلیگا

فرحت افزا ہوئے کیون کوچہ جانان کی ہوا
گلشن دہر مین ہے گاہ خزان گاہ بہار
اے روشن پر نہین رہتی ہے کبھی یکسان کی ہوا
اے جنون تو ہے سے زنجیر در زندان کو
چمن ہے کھلا ہے اب چل سے بیابان کی ہوا
آتش دل کو ہے اور بھی بھڑکا دیتی
اے ستمگار ترے دامن مژگان کی ہوا
رونا آتا ہے تو پھر دم مین ٹھنڈی
سرد ہوتی ہے دلا ابر بہاران کی ہوا

ظفر صورت آئینہ وہ حیران بنا

سلجھے گا کیونکہ دیکھیے دل زلف یار سے	بے طرح اسمین اسمین ہی الجھاو پڑ گیا
جو کعبہ مین ہے شیخ وہی میکدہ مین ہے	ناحق کا تیرے دل مین ہی کھٹکا ہو پڑ گیا

بازی لگاوے عشق کی چوسر مین شوق سے
پلو بارہ مین **ظفر** جو کوئی داو پڑ گیا

مصور جبکہ اسکی صورت مقبول کھینچیگا	نہین کھینچینگے زلف اور ایک قصہ طول کھینچیگا
کوئی قطرہ عرق کا گر ترے رخسار پر دیکھا	چمن مین کیا نجات سو تیرے کا پھول کھینچیگا
نہ کر تو دیر کار نیک مین کیا جانے کیا ہوگا	اگر اس کام مین کچھ عرصہ اے مجہول کھینچیگا
پی تشہیر بعد از قتل بھی جرم محبت پر	مقرر کوئی وہ لاشہ مقتول کھینچیگا
جو ہوگا مرد معقول اسکو ہوگا پاس پیر کا	اگر دور آپکو کھینچے گا نامعقول کھینچیگا

ظفر گرچہ نہین معمول اسکا کھینچکے ہم سے آنا
مگر یہ جذبہ دل اسکو بے معمول کھینچیگا

ڈھب رونیکا تری بزم مین اک آن بنا	مجھے یارو نے لیا پہلے ہی طوفان بنا
جب ہی آہ نے معرکہ عشق مین تیر	شعلہ آہ مرا تیر کا پیکان بنا
خانہ چشم مین کس طرح مرے آئے خواب	کہ خیال رخ دلدار ہی دربان بنا
زندگی جان ہے اور تو نے نجانا ہرگز	ہائے تو اتنا مرے حال سے انجان بنا
کیونکہ حسرت سے نہ مین ہوتو پچھتاون ظالم	ہاتھ سے اپنے جو دے غیر کو تو پان بنا

ظفر دیوان دوم

فرق مجھ مین اور مجنون مین نہو گر میرا نام	ہو نہ پیر کاغذ تصویر مین لکھا ہوا
ای ہوس آگے قسمت کے لکھے کے خاک ہی	ہی یہ جو کچھ نسخۂ اکسیر مین لکھا ہوا
مصحف رخ کی تری تفسیر خط ہی پر کوئی	پڑھ تو دے کیا کیا ہو اس تفسیر مین لکھا ہوا

خوب جو دیکھا تو پایا سب وہ تجھ مین ای ظفر
جو کہ ہی اوصاف عالمگیر مین لکھا ہوا

چمن ہی دیوانہ فقط کیا ترے نقشہ پر ہوا	ای پری نقاش کا بھی نقشہ اودیگر ہوا
دل مرا تھا غم کا گھر ای دلبر ناوک فگن	جبکہ تیرا تیر آیا اور گھر مین گھر ہوا
تو تو ہی نازک زیادہ گل سے بھی ای نازنین	پر خدا جانے ترا دل سخت کیون پتھر ہوا
جسکو ای ساقی دکھائی تو نے اپنی چشم مست	پھر نہ وہ میکش کبھی منت کش ساغر ہوا
بنگیا بستر پہ جسم زار اک بستر کا تار	تیرا بیمار محبت اسقدر لاغر ہوا
جب ہوا تیرا قد رعنا چمن مین جلوہ گر	سر پہ ہر ہر سرو کے اک فتنۂ محشر ہوا
گرم ہوکر منھ پر آتا ہی ہمارے طفل اشک	منھ لگانے سے یہ لڑکا دیکھو کیا ابتر ہوا
ہمنے جانا تھا کشش دل کی اسے لا نگی کھینچ	اس کشش سے تو کشیدہ اور وہ دلبر ہوا

فی الحقیقت وہ برے ہین جو سمجھتے ہین برا
ای ظفر اسکی طرف سے جو ہوا بہتر ہوا

ہاتھ ملتا ہون کہون کیا یا جانی کیا ہوا	ہاتھ سے وہ قول کا چھلا انشانی کیا ہوا

مطلع ثانی

گر زخم پر آلودہ ہوا خونناب کا پھاہا	ہمرنگ ہو برگ گل شاداب کا پھاہا
دلریش کو اُس نرگس مخمور سے مرہم	کیا چاہیے کافی ہی مے ناب کا پھاہا
کام آیا نہ زخم دل صدچاک کتان سے	اک مرہم کافور ہی مہتاب کا پھاہا
اپنے خط عارض سے جو رعنا نہ ہری پٹی	چپکا نہ مرے زخم پہ تیزاب کا پھاہا
منت کش مرہم ہوں نہ مجروح ازل کے	دیکھا نہیں زخم گل سیراب کا پھاہا
گرمی سے مرے خون جراحت کی عجب کیا	ہمسر ہو جو خورشید جہانتاب کا پھاہا
وہ زخمی شمشیر حوادث ہی کہ جسکو	آئے ہی نظر چرخ بھی زہراب کا پھاہا
زخم دل عاشق کی نہ سوزش میں کمی ہو	بالفرض اگر اسپر ہو گرداب کا پھاہا
پر درد کو تیزی میں سے غرض کیا کہ سر زخم	یکساں ہی گزری کا کہ ہو کمخواب کا پھاہا

پھوڑا سا نہ کیوں پھوٹ بہے دل ظفر اب
ہی مرہم غمخواری احباب کا پھاہا

توسنے جو گل کیطرف غیرت گلشن دیکھا	کبھی آئینہ میں اپنا نہیں جوبن دیکھا

مطلع ثانی

مہ جبین ہمنے تجھے کیا پس چلمن دیکھا	تار بارش میں چھپا اک مہ روشن دیکھا
تو ہوا جیسے کہ اے دست جنوں دست انداز	ہمنے ثابت نہ کبھی جیب نہ دامن دیکھا

دل کو فوج غم و حسرت کا ہی ہر دم خیال ہی یہ سالار سپہ فکر سپہ مین اُلجھا

زلف کو اُس مہ سرمست کی مہتابی پر مین نے چھیڑا تو وہ کیا کیا غضب مین اُلجھا

ہون وہ آتش قدم اس دشت مین جسکا دامن روش برق نہ خار شجرہ مین اُلجھا

اے ظفر خوب کیا جسنے کیا ترک لباس
نہ ہا جامہ و دستار گلہ مین اُلجھا

عجب اس عشق کے دریا کا ہمنے بحر دیکھا خدا کا جلوہ دیکھا انہین اور ہر دم نیا دیکھا

مطلع ثانی

نہ پوچھو پوچھنے والو تو ہمین ہمنے کیا دیکھا خدا کا جلوہ دیکھا انہین اور ہر دم نیا دیکھا

مطلع ثالث

ترے عالم کو ای یکتا ے عالم ہمنے کیا دیکھا یہی دیکھا کہ عالم مین نہ تجھسا دوسرا دیکھا

ہوئے جب فی الحقیقت سے ہم آشنا تجھ بن کہا ناصح نے تو ہمنے محبت کا مزا دیکھا

ڈبویا آشنائی نے ہمین جسکی لیے ہمنے نہ دیکھا آشنا دیکھا تو بس نا آشنا دیکھا

نہ دیکھا آئنہ کی شکل مین صورتی نے وہ ہرگز تماشا ہمنے جو دل کرکے اپنا پر صفا دیکھا

کبھی دیکھے محل ہایان اور دیکھی کبھی آبادی کبھی دیکھی خرابی اور اک ویرانہ سا دیکھا

چراغ و شمع مین کیا برق مین کیا اور شرر تک جہان دیکھا وہان اک جلوہ تیرے نور کا دیکھا

گیا کیا کیا گذر عالم ظفر آنکھون کے آگے سے نہین کیا ہمنے جو یان مثل چشم نقش پا دیکھا

گئے دنیا سے جب شاہ و گدا دونوں ہوئے یکسان
کہ کوئی صاحب زر کوئی بے زر تھا تو اس جا تھا

گیا کیوں چاک سینہ کو جگہ تھی دل کے پہلو میں
لگانا تجھکو ای قاتل جو خنجر تھا تو اس جا تھا

لگے جب دم نکلنے چشم تر سے اشک کے موتی
کھلا ہے پر کہ پنہان گنج گوہر تھا تو اس جا تھا

ہمیں جنت میں بھی میخانہ یاد آئیگا ای ساقی
کہ ہی جو عیش وہ ہمکو میسر تھا تو اس جا تھا

ظفر آرام سے بیٹھے گا جا کر اُسکے کوچے میں
نہیں ہوئیگا وان مضطر کہ مضطر تھا تو ہن جا تھا

اُسکا عاشق پہ عتاب اور نہ تھا یہ ہی تھا
کہ کوئی چشم پر آب اور نہ تھا یہ ہی تھا

دیدۂ تر سے رہے دیکھتے ہم کیفیت
بن ترے جام شراب اور نہ تھا یہ ہی تھا

خط مرا پھاڑ کے ظالم نے دیا قاصد کو
اور کہا ہمکا جواب اور نہ تھا یہ ہی تھا

گر شکنجہ میں تجھے زلف کے اُسنے کھینچا
شکر کر دل کہ عذاب اور نہ تھا یہ ہی تھا

گر گیا کام تمام اُسنے مرا خوب کیا
کہ کوئی کار ثواب اور نہ تھا یہ ہی تھا

جب خودی اپنی اُٹھا کر اُسے دیکھا ہمنے
تو یہ جانا کہ حجاب اور نہ تھا یہ ہی تھا

مطلع ثانی

جلد دوم دیوان ظفر

کب ہوا تدبیر سے حاصل ظفر مقصود دل
ای نکو نیت تری نیت مین جو تھا سو ہوا

پاس عارض کے ترے کان کا گوہر چمکا
دن دیے پہلوے خورشید مین اختر چمکا

خون مرا اس رخ گلگون کا ہوا الگلونہ
قتل ہونیسے مرے شوخ ستمگر چمکا

روبرو اس رخ پرنور کے ماہ تابان
رات کو کرمک شب تاب سے کمتر چمکا

تازیانہ جو کیا طرۂ مشکین نے ترے
توسن ناز ترا اور بھی کافر چمکا

چرخ پر تعمری تری عقد ثریا کی چمک
جبکہ ماتھے پہ ترے راتکو جھومر چمکا

کلبۂ تار مین میرے نہین درکار چراغ
آتش عشق سے داغ دل مضطر چمکا

آینہ خاک سے پاتا ہی جلا کیا ہی عجیب
خاکساری سے اگر صاحب جوہر چمکا

ہوگیا زردی رخسار سے عاشق کو فروغ
سچ ہی انسان کے جہان ہاتھ لگا زر چمکا

شعلۂ آہ مرا جلکے فلک پر ہر روز
ای ظفر مہر درخشان کے برابر چمکا

کہون نہین کیا کہ ہی ہمسر دل بیتاب پارے کا
اسے تو دیکھکر ہوتا ہی زہرہ آب پارے کا

وہ یارب سبزہ زار چرخ مین ہی کون سی بوٹی
بناتا ہی پیالہ جس سے یہ مہتاب پارے کا

کوئی بیتاب مرکر عشق مین گر خاک ہو جاوے
تو نزدیک اپنے اک کشتہ ہو وہ نایاب پارے کا

کرے فریاد کیا بلبل کہی منظور شبنم کو
ترے اب کان مین بھرنا گل شاداب پارے کا

دل سے بہتر نہیں غم کے لیے کوئی زندان
اے ظفر خوب ہوا دل میں جو غم بند ہوا

جگر کا عشق میں سوزان جو داغ ہو اچھا
اندھیری گور میں بھی یہ چراغ ہو اچھا

ہوا بھی اچھی ہی گلشن میں گل بھی اچھے ہیں
جو ساتھ یار کوئی خوش دماغ ہو اچھا

جو اشک خون سے ہو گلزار تختۂ دامن
تو اپنی سیر کو اک یہ بھی باغ ہو اچھا

اٹھا کے غیر کو پہلو سے تیرے رشک چمن
کہ عندلیب کے کیا پاس زاغ ہو اچھا

نہ اشک خون سے ہو اچھی سوائے گلگون
نہ چشم تر سے زیادہ ایاغ ہو اچھا

ہمارا راہنما جب تلک نہ ہو عنقا
کمر کا اسکی نہ ہم سے سراغ ہو اچھا

سوائے کنج قناعت ظفر بشر کے لیے
کہیں جہان میں نہ ہرگز فراغ ہو اچھا

دل نے اک نالۂ موزون کو جہان کھینچ لیا
نقشۂ قد ترا اے سرو روان کھینچ لیا

جان جائیگی نکل میری اگر تیر اُسکا
تمنے دل سے ہے کہ اے چارہ گران کھینچ لیا

بال شانے نے جو اس زلف سیہ کا کھینچا
اس سیہ بخت کا تار رگ جان کھینچ لیا

کیا مرے قتل کو کم تھی یہ کشیدہ ابرو
تو نے شمشیر کو اپنی جو میان کھینچ لیا

جذبۂ شوق نے تیرے طرف میخانہ
خانقہ سے مجھے اے پیر مغان کھینچ لیا

تیری تصویر کو کیا صفحۂ دل پر ہمنے
دیکھے دست و قلم آئینہ سان کھینچ لیا

توڑی ہر یقین غم نے تری طرح جان
وہ تھا جو مہر و مہ کے لیے اعتبار نور
تھا کسکا تجکو پاس کہ تو جیکے پاس سے
وہ جانتا تھا مجسا نہیں ہے کوئی حسین
ہم صورت اپنے اُسکو جو آئے کبھی نظر

گھبرا کے غمگسار سرہانے سے اٹھ گیا
سب تیرے ایک جلوہ دکھانے سے اٹھ گیا
محفل میں بیٹھے بیٹھے بہانے سے اٹھ گیا
تیرے سوا حسن زمانے سے اٹھ گیا
حیران ہو کے آئینہ خانہ سے اٹھ گیا

تھا تیرے اور اُسکے جو پردہ سا اک ظفر
یکبارگی دوئی کے اٹھانے سے اٹھ گیا

لکھا جو خط میں وہ کیوں نامہ بر سے کھول دیا
برا ہو تیر محبت کہ یار پر تو نے
ہم اپنا آج گلا کاٹ ڈالتے لیکن
ہم اک نگاہ پہ دل بیچتے ہیں لے وہ گر
نہ کھولتے کبھی دروازہ ہم عدو کیلیے
دل و جگر کے ہی روزن میں سانس کا رستہ
ہمارے شوق نظارہ میں کچھ تو ہی گرمی
کبھی نہ دل سے کھلا اُسکے زلف کا عقدہ
بند بند نگار زلف سے گر نہ کھل سکا نہ پھر

کہ اُسنے جلسے کے وہاں ہر بشر سے کھول دیا
جو دل کا راز تھا سب اک نظر سے کھول دیا
نہ خنجر آپنے اپنی کمر سے کھول دیا
کہ ہمنے سول پہ اس عشوہ گر سے کھول دیا
اگر خفا ہو تو تیرے ڈر سے کھول دیا
ادھر سے بند کیا تو ادھر سے کھول دیا
جو گھونگھٹ آپنے رخسار پر سے کھول دیا
الٰہی شانہ نے یہ کس ہنر سے کھول دیا
یہ حال پہلے ہی ہمنے ظفر سے کھول دیا

لکہکے خط وصلی پہ کیا تو خط جتا تا ہی ہمین
تھی اجل کو سو تامل لیکن اُسکی چشم سے
فاتحہ ہین تو نہ آیا حسرتا دا حسرتا

سن چکے ہم غیر سے تجکو توسل ہوگیا
کام اپنا اک نظر مین بے تامل ہوگیا
اور اس حسرت مین عاشق کا ترے قل ہوگیا

ساتھ اس شتابی کے یا یکے سر اپنا تو نہ مار
ای ظفر دل تو اسیر زلف و کاکل ہوگیا

خطا ہی مین جو کہون اس سے خط پڑھا نگیا
تمہارے صفحۂ رخسار پر خط گلزار
ہمارا محضر خونین جو محکمے مین گیا
جو کوئی مصرع مضمون گریہ ہمنے لکھا
پڑھا تمام مرا نامہ اُسنے حرف بحرف
ترے مریض کا نسخہ طبیب نے جو لکھا

پڑھا گیا مگر ابھی نمط پڑھا نہ گیا
ہجوم خال سے تھی جو نقط پڑھا نہ گیا
لکھا ہوا تھا کچھ ایسا غلط پڑھا نہ گیا
کسی سے مثل خط موج شط پڑھا نہ گیا
جو مدعا تھا وہی ہان فقط پڑھا نہ گیا
قلم کو ایسا دیا اُسنے قط پڑھا نہ گیا

لکھا ہی کیا مری تقدیر مین خدا جانے
پڑھا اگرچہ ظفر سو نمط پڑھا نہ گیا

سینے مین اک دھوان کئی بار اُٹھکے رہگیا
پہلو مین تیر رشک سے کیا کیا اُٹھا نہ درد
صحرا مین ای شکار فگن کھاکے تیرا تیر

نکلا نہ میرے دل کا بخار اُٹھکے رہگیا
پہلو سے غیر کے جو وہ یار اُٹھکے رہگیا
اُٹھا جو کوئی تیرا شکار اُٹھکے رہگیا

گلرو ہیں بہت گلشن آفاق میں لیکن
تجھسا کوئی اے شوخ گل اندام نہ پایا

آغاز محبت کو تو ہان سمجھے ہم اچھا
اچھا پر اس آغاز کا انجام نہ پایا

لکّی عجب انداز سے ہے رخ پہ تری زلف
ایسا خط تعلیق میں بھی لام نہ پایا

جینے کا مزا عاشق ناکام نے تیرے
جز تلخی مرگ اے بت خود کام نہ پایا

دولت سے اس اپنے لب خاموش کے ہمنے
کچھ بزم جہان مین ظفر آرام نہ پایا

بکتے بکتے ناصحا تیرا تو بھیجا پک گیا
اور سنتے سنتے اب میرا کلیجا پک گیا

دل میں وہ پھوڑا نہیں ہے کہ پک کر پھوٹ جائے
تو اگر جراح کتنا ہو کیے جا پک گیا

چاہتے تھے ہم یہ مدت سے کہ پکجائے خیال
خواہ اے ہمدم بجا تھا خواہ بیجا پک گیا

دل ہوا اے ظالم مرا نخل محبت کا ثمر
اب نہیں کچا رہا یہ اسکو بیجا پک گیا

جسم خاکی اپنا ظرف خام تھا اُسنے ظفر
آتش غم سے پکا نیکو جو بھیجا پک گیا

وہ داغ عشق دل ناتوان نے کھایا
کہ جسکے داغ یہ گل اک جہان نے کھایا

کہان گیا مرا قاصد خبر نہیں اُسکی
زمین نے کھایا کہ ہے آسمان نے کھایا

کلام تلخ کیے میں نے کیا گلی میں تری
کہ زہر مجھسے ہر اک پاسبان نے کھایا

نکلکے چشم سے لی سیدھی راہ کی جیب کی راہ
نہ پھیر آنسوؤں کے کاروان نے کھایا

ردیف باء موحدہ

جہاں ہو دل لگی باہم گر دونونکی دو جانب
لگی ہی لگ ہر دل مین وہان خبر دونونکی دو جانب

نہ بولے منہ سے وہ اور ہم ہوئین حیرت سے دو چار آنکھیں
رہی اک ٹکٹکی دونون پہر دونونکی دو جانب

فراجب ہی کہ ہم وہ یون لپٹ کر آنکھ سووین
نہ بدلی جائے کروٹ تا سحر دونونکی دو جانب

اٹھاتا کیون ہی رخسارون سے تو زلفونکو پری
حفاظت کے لیے ای سیمبر دونونکی دو جانب

مرا دل اور جگر ہووے نہ منہ تیغ دو ابرو سے
وہ پھینکے ہوئیان گر کا ٹکر دونونکی دو جانب

نہ پھرتا کوہ مین فرہاد اور نی دشت مین مجنون
نہ لیجاتی اجل دونونکو گر دونونکی دو جانب

وہ دیکھے آئینہ اور ہم آیۂ سے کیا تماشا ہی
کہ ہی اک جلوۂ منظور اور دونونکی دو جانب

نہ جاتے بتکدہ یکو برہمن نی شیخ کعبے کو
محبت گر نہووے راہ پر دونونکی دو جانب

ہووے وہ حسن مین مشہور اور ہم عشق مین رسوا
رہی شہرت جہان مین ای ظفر دونونکی دو جانب

کرتی ہی ہر لحظہ مجکو میر یجان کیا ہی خراب
کاہش جان سے ہوئین بہی عشق مین کیا ہی خراب

ماہ سرگردان ہی اور ماہی تہ بار گران
خوب دیکھا تو یہان ہی مہ سے تا ماہی خراب

دیکھ میرا حال کیا سوز گداز عشق ہی
بزم عالم مین ہی جون شمع سحرگاہی خراب

وا نہو غنچہ تو پھر کیون ہو پریشان اسقدر
کرتی ہی اسکو صیاد تیری ہوا خواہی خراب

کرتی ہی غمزہ نرگس فتان عجب عجب
مارے ہی پیچ سنبل پیچان عجب عجب

گہ یاس گہ امید گہی رنج و گہ خوشی
مہمان ترے آ دل مین ہین مہمان عجب عجب

شب کو جو اسکی زلف کا بندھ جاتا ہی خیال
ہم دیکھتے ہین خواب پریشان عجب عجب

مجروح تیغ عشق کو دکھلاتی ہی مزے
قاتل ترا لب نمک افشان عجب عجب

ای چشم یار رہو دیکھ اشکبار
ہر بار تجھسے اٹھتے ہین طوفان عجب عجب

سرنامہ میرے نام کا اور خط رقیب کا
ظالم ترے ستم کے ہین عنوان عجب عجب

ہو جاؤن کیونکہ محو تماشا نہ یک بیک
دیکھوں تماشے جا کے جو مین وان عجب عجب

غمزہ عجب نگاہ عجب اور ادا عجب
کچھ دلربائیون کے ہین سامان عجب عجب

وہ لوگ اس زمانے مین ہین ای ظفر کہان
دیکھے ہوے ہین آپ نے انسان عجب عجب

یون تو سیکھے ہین بہت آپنے عالم سے فریب
سیکھو عالم سے نرالا کوئی تم ہمسے فریب

مطلع ثانی

ایکدن وہ تھا کہ تم پوچھتے تھے ہمسے فریب
اب لگے آپ ہین دینے ہمین ہر دم فریب

جام مے دیکے ہمین کہتے ہو لو ساغر جم
یار اب دینے لگے آپ بھی جم جم فریب

دہان کر بار سیہ بوسہ نہ لینے پائے
کھا گئے سب کو ہم اس طرہ پر خم سے فریب

غیر کیا دیگا فریب آن کے لاحول ولا
بھاگے ہی صورت شیطان اس آدم سے فریب

ردیف باے فارسی

چلے نہاں ہمسے روٹھ کر تم اُٹھائے گئنے قدم چھپا چھپ

نجانے دینگے لپٹ کے بوسے تمھارے لے لینگے ہم چھپا چھپ

زبان ہی قینچی سی انکی چلتی جو کچھ کہ کترینگے گل تو اے دل

اوڑا ہی دیوینگے تیرے پر رے ابھی خدا کی قسم چھپا چھپ

جو ہمکو دو حرف تم ہو لکھتے تو پھر وہ تم دل مین سوچتے ہو

یہ کیا کہ غیرون کو خط پہ خط ہو ہمیشہ صاحب قلم چھپا چھپ

نفس کی ہی جو کہ آمد و شد بغور کر سیر اسکی غافل

کہ دیکھ طی ہو رہی ہی کیونکر رہ وجود و عدم چھپا چھپ

خدا بچاوے کہ ان لیٹرون کو یاد لپ جھپ ہی اس بلا کی

کہ لے ہی جاتے ہین دین و ایمان کو لوٹ کر یہ صنم چھپا چھپ

زہے نصیب اُنکے عاشقون کے کہ بے تامل رہ وفا مین

اُڑا دے سر ایک دم مین سبکے وہ لیکے تیغ دو دم چھپا چھپ

ظفر ہزار آفرین و تحسین کہ واہ کیا خوب اس غزل مین

لکھے ہین اشعار عاشقانہ اُٹھا کے تونے قلم چھپا چھپ

تجکو ہو جائیگی بیدرد خبر آپ سے آپ	ہوگا ظاہر یہ مرا درد جگر آپ سے آپ

مطلع ثانی

ہی پسند اپنے تو زاہد بادہ خوارونکا ملاپ
ہو مبارک تجکو یہ پرہیزگارونکا ملاپ

مطلع ثانی

تیری یاری مین گیا اب مجسے یارون کا ملاپ
ایک ملنے سے ترے چھوٹا ہزارونکا ملاپ

ملتے ہی پروانہ سان جان اپنی کی تجھپر نثار
تو نے دیکھا شمع رو ہم جان نثارون کا ملاپ

جو ہی میرا دوست تم دشمن ہو اُسکی جان کے
تمکو کب بھاتا ہی میرے دوستدارون کا ملاپ

رنج و غم دونون یہ مدت سے ہوے ہین غمگسار
ترک مجھسے کیونکہ ہوان غمگسارون کا ملاپ

زخم دل اُنکے بھی ملجائین اگر منظور ہو
ای ستمگر تجکو اپنے دلفگارون کا ملاپ

بس زمین و آسمان کے تو نہ قلابے ملا
ہمنشین ہی سخت مشکل ما ہپارونکا ملاپ

کیا جلا آئینہ کو ہوتی ہی خاکستر سے دیکھو
صاف کر دیتا ہی دل کو خاکسارون کا ملاپ

دیکھ باعث مُہر کے دل پر ہوا کاغذ کے داغ
ای ظفر اچھا نہین ہی نا بدارونکا ملاپ

ردیف تاءی فوقانیہ

خواہ ہو جمعہ کی اور خواہ ہو اتوار کی رات
کٹے مشکل سے ہی ظالم ترے بیمار کی رات

نہ دیا سونے خلش نے تری مژگان کے مجھے
نشتر خار تھے بستر مین جگہ تار کی رات

تار اشکونکا جو باندھا تھا مری آنکھون نے
ہر مژہ ایک لڑی تھی در شہوار کی رات

بوٹی کا کیمیا کی شناسا ہون کیون عبث
ہمتو وفا مین جان تک اپنی فدا کرین
تیغ نگہ کے تیرے بھر مین دیکھو ہاں
پہچان لینگے اور جواہر تو جوہری

خوبان سبزہ رنگ کی بھی کیمیا شناخت
پر مجکو بھی وفا کی ہوای بیوفا شناخت
اُنکی نہین کسیکو ہار کسوا شناخت
پر جوہر شمشیر کی ہی مشکل دلا شناخت

پوچھون ظفر طبیب سے اپنی دوا کے درد
پر اُسکو اس مرض کی ہو کچھ تو ذرا شناخت

آجاے ہی جسوقت تری دھیان مین صورت
بتخانۂ چین مین کوئی کیا دیکھیگا کافر
زلفون سے تمھاری ہون پریشان زیادہ
ہون عاشق سرباز مجھے بوالہوس اگر
ہی صاف ترے نگہ کی انگشترین شباہت
یوسف بھی ہوا شوخ ترا محو تماشا
دیوانہ ترا بنکے ہو مین خاک اُڑا اُون
تجھ بن یہ ہوئی شکل کہ پہچان نہ ہین دوست

ہو جاے ہی یان اور ہی اک آن مین صورت
تیری سی نہین عالم امکان مین صورت
دیکھو مری اس حال پریشان مین صورت
دکھلائیگا کیا عشق کے میدان مین صورت
ہی ہو مہ نو مین گریبان مین صورت
کھنچو اسکے تو کچھ بھی تری کنعان مین صورت
مجنون کی بگڑ جاے بیابان مین صورت
مشکل سے مری کلبۂ احزان مین صورت

کیا دیکھتا ہی آئنہ اے شوخ پری رو
دیکھ اپنے ظفر کی دل حیران مین صورت

سمجھو نہ صحن چمن مین اسے گل نرگس
جھکی ہوئی ہی ظفر چشم پر خمار بسنت

ہی خوب گرچہ اُس مہ کنعان کی صورت
لیکن ہی کہان تیری سی اس شان کی صورت

ہی شاخ گل اس بن مجھے کیا تیر کے مانند
آتا ہی نظر غنچہ بھی پیکان کی صورت

صورت کو تری صورت تصویر ہی تکتا
ہی اب یہ ترے عاشق حیران کی صورت

سودائی ترے رہتے ہین باحال پریشان
ای یار تری زلف پریشان کی صورت

یاد آتی ہی ہر سورۂ قرآن کو سنکر
وہ روی کتابی مجھے قرآن کی صورت

کہتا ہون جو صورت مجھے ایجان دکھادے
کہتا ہی کہ کیا دیکھیگا تو جان کی صورت

انسان ہی وہی جسمین ہو انسان کی سیرت
ہین یون تو ہزارون ظفر انسان کی صورت

ردیف تاے ہندی

روز لیتا ہی جو خون عاشق مضطر کو چاٹ
لگ گئی ہی کیا یہ ای قاتل ترے خنجر کی چاٹ

ایسی دنیا کی حلاوت پر گرے اہل ہوس
جا پڑینگی یہ مکھیان گویا کہ اس شکر کو چاٹ

جرعۂ مے کا تو زاہد کو کہان ہی حوصلہ
مست ہو جاوے اگر لیوے ذرا ساغر کو چاٹ

کان کے آویزۂ نعلین پہ کب ہی زلف یار
سانپ یہ بیٹھا ہی لیتا ہی ٹھوکر کو چاٹ

دیگر

ردیف تاے مثلثہ

جاتے ہو کہ وہ مجھسے ہے کشیدہ خاطر
غیر کا سر تری زانون پہ رہیگا یون ہین

ہمنشینون اوسی تم کھینچ کی یہان لائی عبث
سر کوئی سنگ سی ٹکرائیے تو ٹکرائیے عبث

نکلیا کام کچھ ایسا جو وہان کام آتا
کھوئی یہان عمر ظفر ہینے یونہین ہائی عبث

ہین یہان رنج کے آثار خوشی کی باعث
اشک آنکھون سی ٹپکتے ہین ہنسی کی باعث

عجب آیا ہمین عالم النظر اللہ اللہ
دیکھیں اون دی انتو ہین یہ نخین جو ہنسی کی باعث

ہول دل مجھکو مجھے خواہ بتاؤ خفقان
ہے یہ جو کچھ سو تمھاری خفگی کے باعث

میری زخمون سی نرکھہ آب دم تیغ دریغ
خشک لب جاتی ہین تشنہ لبی کی باعث

تم جو غصے ہو تو غصہ مرے سر آنکھون پر
پر بستر طپکہ نہوا ورکسی کے باعث

سطر ابرو نہین اوس روی کتابی پہ ظفر
ترک کاتب نی لکھی ہے غلطی کی باعث

ردیف جیم تازی

غم فرقت سی تری جسکا ہی بند مزاج
سو مفرح سی بھی اوسکا نہو خورسند مزاج

سن تو لیتے ہین مرا حال جو کچھ کہتا ہون
اونکا برہم مری جانب سی ہی ہر چند مزاج

آگیا چشم کے بیمار کا دم آنکھون مین
تو نی پوچھا نہ کبھی کیون ہی کسلمند مزاج

آتش افروز ہوا ساغر میں جو روی ساقی	جلوہ گر ہو روش برق مے ناب میں موج

ہمسے وہ اور ہم اوس سے ہیں ظفر یوں باہم
موج میں آب ہو جس طرح سے اور آب میں موج

ردیف جیم فارسی

پیچ سے زلف کی چلتا نہیں تدبیر کا پیچ	کہ یہ ہے اے دل شامت زدہ تقدیر کا پیچ
کرتا عشاق سے ہے پیچش گرداب فنا	اے ستمگار تری جوہر شمشیر کا پیچ
حرف پیچیدہ سے مضمون لکھا پیچیدہ	پیچ در پیچ ہے نو خط تری تحریر کا پیچ
نہ بچا پیچ سے کوئی بھی پل گردوں کے	گو یہ ہے پیر مگر ہے غضب اس پیر کا پیچ
پاؤں پڑ پڑ کے جو رکھتی ہے مجھے زنداں میں	ای جنون کیا ہے خدا جانے یہ زنجیر کا پیچ
لیگئی کھینچ کے کس پیچ سے میرے دل کو	نہ کھلا مجھپہ کچھ اوس زلف گرہگیر کا پیچ

سیکڑوں پیچ وہ ہر بات میں کرتا ہے ظفر
ایک ہو تو کہوں اوس شوخ کی تقریر کا پیچ

چل گیا دل پہ جو اوس زلف گرہگیر کا پیچ	تھا یہ ای بخت سیہ اپنی ہی تقدیر کا پیچ
بوسہ دینے میں ہو تم پیچ کی باتیں کرتے	ہم نکالیں گے کوئی اور ہی تدبیر کا پیچ
حلقہ زلف کو کھکر سر ابرو دیکھو	تمنے دیکھا نہو گر جوہر شمشیر کا پیچ

خبر نہ تھی ہمکو آنسو ؤنکی کہ ہونگے یہ طفل ایسے ابتر	ہوئی ہے اے چشم تر ہماری گلی کی آخر کو ہار سیج مچ
مثال پروانہ جان دیدیے ہین اپنی اوس یار شمع رو پر	کہ تا وہ جانے یہ سوختہ جان ہمارا ہے جان نثار سیج مچ
یہ کیا ستم ہے کہ میری جانب سے کوئی غماز کوئی مفسد	اگر کہے جھوٹ سوٹ بھی کچھہ تو جانتا ہے وہ یار سیج مچ
بہاؤن رخسار زرد پر جو عشق مین اپنے اشک گلگون	دکھاؤن آنکھون سے اُسکے ہاتہ کو خزان مین جوش بہار سیج مچ
بچاے اللہ اس بلا سے وہ زلف کافر بری بلا ہے	کہ ڈس لیا اوس نے ظفر ہزارونکا اُسنے مانند مار سیج مچ

ردیف حاے مہملہ

جہان گیا مین میری طرف سے جبین کچھہ آئی اور طرح	تیوری اوسنے دیکھہ کے مجکو آج چڑھائی اور طرح
لکھا اوسنے اور طرح پر قاصد پرچہ کاغذ کا	تو نے مری پرچانے کو ہے بات بنائی اور طرح
دست و پا گر باندھ لیے مہندی نے تمہارے خوب ہوا	بن نہین آتی یون تو تمسے ہاتھا پائی اور طرح
ظاہر و باطن ایک طرح پر تجکو نہ دیکھا آئینہ رو	دل مین صفائی اور طرح ہے منہہ پہ صفائی اور طرح
لاکھہ دوائین ہے لین اطبا تیرے مریض ہجران کی	ہو نہ سواے وصل علاج درد جدائی اور طرح
بام پہ چڑھکر کس مہوش نے جلوہ اپنا دکھایا ہے	دیتا ہے ہمکو آج فلک پر چاند دکھائی اور طرح
ایک طرح پر بات ہو تو کچھہ بات کا اونکی بھروسا ہو	کہتے ہین منہہ سے اور طرح ہے جی مین سمائی اور طرح
غنچہ نہین اے باد صبا یہ جسکی گرہ تو کھولے گی	میرے گرفتہ دل کی ہو گی عقدہ کشائی اور طرح

اوڑتے ہین اوسان کہ دیکھین سر کتنو نکی اوڑتی ہین
سان پر اوسنے آج ظفر تلوار لگائی اور طرح

پھر کہان ہمسی ستمکش تو کریگا ہمکو یاد
کرلے اب ہم پر ستم ای دلستان اچھی طرح

اسقدر جلدی ہی کیا بیٹھو سنبھل کر وقت ذبح
تا مری گردن پہ ہو خنجر روان اچھی طرح

پاس لیچل اوسکے کہتا ہی دل خانہ خراب
جانتا بھی مین نہین جسکا مکان اچھی طرح

آگئے تم اوسدم کہ جسدم آگئیا آنکھون مین دم
مین نے دیکھا بھی نہ تمکو مہربان اچھی طرح

اتنی بھی فرصت نہ دی ہمکو فلک نے ای ظفر
کرتے اوس کوچے مین ہم آہ و فغان اچھی طرح

سوز غم پیچھے پڑا دل کی ہماری بے طرح
لا رہے گی گرمی محبت کی حراری بے طرح

چل بجای برہم مین تلوار دیکھ ای جنگجو
کرتا ہی ابرو سی تو اپنے اشاری بے طرح

جنبش گیسو سی کہدی دل ہی تابجہ توان
کوٹری اس شامت کی باریکو نماری بے طرح

جی ڈری کیونکر نہ میرا ای شب تار فراق
آنکھین دکھلانے لگے مجکو ستاری بے طرح

پارہ پارہ کرکے چھوڑینگے کتان کیطرح سے
دل کی درپے ہین مری یہ ماہ پاری بے طرح

خانۂ دل کو لگی کیا آگ سوز عشق سے
ہر بن مو سی نکلتے ہین شراری بے طرح

دیکھنا سودا زدو نکا اور بگڑیگا مزاج
تجنے ہین دل آج زلفون کی سنواری بے طرح

دل کو لیکر تم مقرر ہوگی خواہان جان کے
مجکو آتی ہین نظر تیور تمھاری بے طرح

ای ظفر کس طور سی کس طرح سی کیجے نباہ
ان طرحدارون کی ہین اطوار ساری بے طرح

تری چشم کی گردش ہی جسسے ای ساقی
جو کشت وخون پہ ہمارے نہین کمر باندھی
سبب یہ جو چرخ کی گردش سے کیا بچے انسان
نہین ستارے یہ بھر لایا اپنی چشم مین اشک

مثال جام ہی ہر سرو ہر جوان کو چرخ
تو باندھے ہوتا ہی کیون تیغ کہکشان کو چرخ
یہ چرخ وہ ہی کہ دے ہی فرشتہ خا کو چرخ
شب فراق مین سنکر مری فغان کو چرخ

جو خاک بھی ہون تو ہون فخر دین کے در کی
ظفر چھوڑائے نہ مجھ سے اس آستان کو چرخ

تری فرقت کے دل گرم اضطراب مین سیخ
خمیدہ ہو گئی اب حلقے ضعف پیری سے
تنور چرخ سے لیتے گرسنہ کبھی اوتار
کباب کا جو مزا ہی زبان میکش پر
پلا دہ بنگ ہمین ساقیا کہ سینک تو کیا
لگو نہ شیخ کے منہ دیکھو آج ای رندو
مزا شراب کا ساقی نہین بغیر کباب
شتاب کر تو مہیا پر اس سلیقہ سے

ہی سطح کہ ہو جس طرح سے کباب مین سیخ
قد اپنا تھا جو کبھی عالم شباب مین سیخ
ذرا بھی لگتی اگر قرص آفتاب مین سیخ
کہے ہی شیخ کو یہ نشہ شراب مین سیخ
کھڑی ہو چاہیے اس جام پر شراب مین سیخ
کہ اسکی ریش کا ہر بال ہی عتاب مین سیخ
پکا کے لا کوئی اس پر ماہتاب مین سیخ
کہ نہ کباب جلے اور نہ شتاب مین سیخ

وہ سیخ آہ ظفر ہی جگر کبابون کی
نہ دیکھی ہوگی کبابی نے اپنے خواب مین سیخ

یہ ہی باتیں ہیں دل کرتی نہیں اُسپر کا موم | جاتے تھے پتھر پگھل جسکے اثر سے پیشتر

فصد کی حاجت ہی کیا مجھکو کہ رگ رگ میں مری | چبھ گئے وہ موئے مژگان نیشتر سے پیشتر

رخصت پرواز گر صیاد تو دیتا ہمیں | ہم چمن میں پہونچتے باد سحر سے پیشتر

رکھتے ہستی میں عدم سے کیوں قدم اپنا جو ہم | ہوتے واقف اس مقام پر خطر سے پیشتر

تھے جو خوبان زمانہ اور بھی ہاں فتنہ ساز | پر یہ فتنے تھے کہاں اُس فتنہ گر سے پیشتر

ضعف سے اُس در پہ اپ ہم نقش بر دیوار ہیں | سر بہت ٹکرا چکے دیوار و در سے پیشتر

عرصۂ ہستی ہی تنگ اتنا کہ جب ہوں گرم رو | ایک نفس میں ہم گذر جائیں شرر سے پیشتر

مارا سر کیوں کوہکن نے پتھروں سے عشق میں | تیشہ سکو مارنا تھا اپنے سر سے پیشتر

نور تھا خیر البشر کا گو تھا ظاہر میں بشر | حق اگر پوچھو بشر ہی تھا بشر سے پیشتر

جاتے ہیں پیش نگاہ یار ہونے کو نثار | پیشتر دل سے جگر اور دل جگر سے پیشتر

دیدۂ مشتاق کا شوق نظارہ دیکھنا | چاہتا ہی میں نکلجاؤں نظر سے پیشتر

پیش آیا آہ جو جو کچھ کہ راہ عشق میں
کہدیا تھا ہمدموں نے ظفر سے پیشتر

خدا یہ خاطر میں خطرہ اس خبر سے پیشتر | کیوں خط کو لیکر آیا نامہ بر سے پیشتر

مطلع ثانی

ظفر کیا وہ شب کو آئیں وہ پہر سے پیشتر | اب یہ جلدی کہ اٹھ جائیں گجر سے پیشتر

ای ظفر آئیگا کون آج تمھارے گھر مین
تم جو گھبرائے ہوئے پھرتے ہو باہر اندر

کرے ہی نکہت گل و صبا دم چمن مین سفر
ہمیشہ خانہ بدوشون کو ہی وطن مین سفر

کچھ ایسا آنکے قاصد سنا گیا ہی پیام
کہ روح کر گئی قالب سے اک سخن مین سفر

خدا کی راہ مین شیطان بھی ہی سمجھ کے چلو
مسافر ہی گذرگاہ راہزن مین سفر

وفور اشک سے ہی نگاہ دیدۂ تر
ہمیشہ کرتا ہی دریا ے موجزن مین سفر

کہان مین اور کہان کوی عشق یہ جانو
لکھا تھا کعبہ کا تقدیر برہمن مین سفر

جہان سے کتنے ہی ناکام کر گئے آخر
تمھاری آرزوے بوسۂ دہن مین سفر

ہوا نصیب سہ و مہر کو نہ خیمۂ نو
کیا ہمیشہ ظفر خیمۂ کہن مین سفر

کیونکر نہ خاکسار رہین اہل کین سے دور
دیکھو زمین فلک سے فلک ہی زمین سے دور

پروانہ وصل شمع پہ دیتا ہی اپنی جان
کیونکر رہے دل اسکے رخ آتشین سے دور

مضمون وصل و ہجر جو نامہ مین ہی رقم
ہین حرف بھی کہین سے ملے اور کہین سے دور

گو تیر بے گمان ہی مرے پاس پر ابھی
جائے نکل کے سینۂ چرخ برین سے دور

وہ کون ہی کہ جاتے ہین آپ جسکے پاس
لیکن ہمیشہ بھاگتے ہو تم ہمین سے دور

حیران ہون کہ اسکے مقابل ہو آئینہ
جو ہر غرور کھینچتا ہی ماہ مبین سے دور

ظفر ہی راہ زخود رفتگی عجب ہموار
کہیں بھی جسکی نہیں درمیان نشیب و فراز

اپنا اثر دکھائے اگر عشق جان گداز — کر ڈالے کوہ کو مری آہ و فغان گداز
دل میرا موم شعلۂ آتش ہی جسم یار — ہو جائے موم آگ سے کیونکر نہ یان گداز
تاثیر سوز دل سے مرے کیا عجب کہ ہو — مانند شمع تن مین ہر اک استخوان گداز
دل دم مین زاہدان خنک دل کا شمع [illegible] — ہو آفتاب ساغر مے سے مغان گداز
دل اس سے ہی دو چار کہ جسکی نگاہ گرم — ہی عقل و فہم سوز شکیب و توان گداز
دل میرا سخت کیا ہی وہ آفت ہی [illegible] — آہن بھی ہو تو اس سے ہوا ہی دلستان گداز

ہمسر ہون [illegible] نالہ سے کیا نالہ [illegible] نی
اسمین ظفر یہ سوز کہان اور کہان گداز

نکلا ہی رخ پہ خط ترے ای شوخ ماہ سبز — کیا گل زمین چمن سراسر ہی واہ سبز
اُس شوخ سبزہ رنگ نے کشتہ کیا جسے — رہتی ہی اُسکی خاک پہ اکثر گیاہ سبز
کیا اعتبار یان کی خزان و بہار کا — ہی رنگ اس چمن کا کلگے زرد گاہ سبز
اُسکی زقن پہ سبزۂ خط کی نہین نمود — کاہی سے ہو گیا ہی سراسر یہ چاہ سبز
برسا ہزار بار یہان ابر نو بہار — نخل مراد پر نہوا اپنا آہ سبز
انسان کی زیب یہ ہی کہ بکر [illegible] — ظاہر مین خواہ سرخ ہو پوشاک خواہ سبز

اپنے کشتہ کی نہیں وہ زلف ماتم دار اگر	کیوں سیہ پہنا کیا ہے اُسنے اے شانہ لباس
گل بھی ہے تیرا شہید ناز اے رشک بہار	جامۂ پر خون سے رکھتا ہے شہیدانہ لباس
لیں اُسے پہچان ہر یک رنگ میں اہل نظر	بدلے گر سو رنگ سے رنگین وہ جانانہ لباس

جو کہ ہیں باتیں فقیروں کی ظفر وہ چاہییں
اُن سے کیا حاصل اگر پہنا فقیرانہ لباس

مرغ اسیر چھوٹ گئے گر قفس کے دس	صیاد تیر کے دام میں اور آ کے پھنس گئے دس
رکھا نہ ساتھ اُنکے فلک نے تو ایک بھی	جنکے کہ تھے رفیق یہاں اک نفس کے دس
اے ساربان ناقہ برابر نہ ہو سکیں	مجنوں کی ایک آہ سے نالہ جرس کے دس
ساقی خوش آج بادہ کشوں سے ہے کس قدر	اک جام مانگتے ہیں تو دیتا ہے بس کے دس
وہ بات ایک خس کے برابر ہے شعلہ خو	گرمی سے جسکی خاک ہوں دشمن جلیس کے دس
اس لب کے پاس اگر بیٹھوں ایک کو	موجود ہوں خوشی سے [illegible] کے دس
ظالم جو تیری جنبش مژگان ہیں نیش	نشتر ہوں درمیان جگر اک ایک نفس کے دس
افسوس ایک بات بھی کہتے وہاں کی ہو	اور ہوں میں کام یہاں کی ہوا و ہوس کے دس

خط لکھتے دیر میں تو ہیں دونوں پر اے ظفر
یاں اک برس کے دس ہیں تو وہاں ہیں برس کے دس

طائر دل کے لیے کیجے نہ تدبیر قفس	واسطے اسکے چمن میں بھی ہے تاثیر قفس

ردیف السین المهملہ

تیرے جلوے نے دیا دل کو جلا ماہ مبین ۔ یہ تعجب ہے کہ ہو تاب قمر میں سوزش

سوزش دل نہیں جاتی کہیں جاؤں گھر سے ۔ گھر کے باہر ہے جو سوزش وہی گھر میں سوزش

داغ سے دوزخ میں جدا ایک محبت میں تری ۔ آتش غم کی دل و جان بشر میں سوزش

ہیں سردی و گرمی سے ہی دیوانۂ عشق ۔ نہ اسے خلد میں ٹھنڈک نہ سقر میں سوزش

ہو دل پیر میں گر عشق کی گرمی تو یہ جان ۔ ابھی باقی ہے کچھ اس شمع سحر میں سوزش

میری تاثیر دم سرد سے عالم میں ظفر ۔ نہ رہی شعلہ میں گرمی نہ شرر میں سوزش

بات میری ہے جب سے دل پر سوا یار نقش ۔ فائدہ کیا جبکہ لکھوں روز گرد و چار نقش

ہو نگین خاتم دست سلیماں وہ نگین ۔ جس پہ ہو کے نام تیرا اے پری رخسار نقش

وہ ہوا اک بار غیروں پر نہ گرم عتاب ۔ ہم نے لکھ لکھ کر جلائے آگ میں سو بار نقش

نقش اپنا تو دکھا دے جسکو اے پردہ نشین ۔ ہو وہ یوں حیرت زدہ جیسے سر دیوار نقش

نقش بر آب اپنا جینا بحر ہستی میں سمجھ ۔ ہے کہیں بھی ٹھہرتا پانی پہ اے ہشیار نقش

تیرا خط ہے اے بت تو خط اسے تعویذ ہے ۔ تیرے بیمار محبت کو نہیں درکار نقش

میرے خوں سے اسکے در پر ہوں اگر نقش و نگار ۔ اے ظفر ایک ایک ہو وہ رشک صد گلزار نقش

ردیف صاد مہملہ

ردیف ضاد معجمہ

کون کہتا ہی کسیکو کہ ہین او بے غرض
کچھ لگاؤ بھی نہین ہے پہ لگاؤ بے غرض

حضرت دل گر نہو تمکو غرض اوس زلف سے
اپنکو دام بلا مین کیون پھنساؤ بے غرض

ہن سنو کہ تم مقرر آج جاؤگے کہان
یہ نہین تمنے کیا اپنا بناؤ بے غرض

کیا غرض تمکو مرا دل اس سے گر پھیرا نہین
ناصحو بک بک کے تم حسرت بھراؤ بے غرض

قصد شبخون ہی کسیکا ورنہ تم کس شام کو
یان کالا کھا کسی پر یون چڑھاؤ بے غرض

جو کہ ہین اپنی غرض کے یار وہ عیار ہین
انکو جانو یار جنکو یار پاؤ بے غرض

اپنے مشتاقون سے جان گر زمانے مین نہ لو
کیا غرض ہمکو جو تم صورت دکھاؤ بے غرض

شمع کو بھی ہین جلاتے کچھ غرض کے واسطے
یہ غضب کیا ہی کہ تم ہمکو جلاؤ بے غرض

ای ظفر صاحب غرض سے بھاگتے ہین لوگ دور
اس زمانے مین کہین جاؤ تو جاؤ بے غرض

منظور رہے یار ہی قرآن کے بالعوض
در کار کفر زلف ہی ایمان کے بالعوض

راضی ہون دل سے کہ نہ وہ ناوک فگن اگر
سینہ سے دل نکال لے پیکان کے بالعوض

شل شرار جھڑتے ہیں مژگان سے خشک گرم
برسے ہی آگ ابر سے باران کے بالعوض

منظور گر معاوضہ ہووے تو جان تک
دے دیجیے بوسہ لب جانان کے بالعوض

چین و تتار گر چہ مجھے دے کوئی نہ لون
مین اسکی تار زلف پریشان کے بالعوض

گر زہر مرگ ہو تو گوارا ہو وہ مجھے
ای یار تلخی غم ہجران کے بالعوض

ردیف الطاء المهمله

روز و سکے نہ کہہ حال کہ وہ رکتا ہی دل مین
گر گریہ کو تو اپنے ظفر وقت بیان ضبط

اُسنے پوشیدہ الگ کیسے لکھا ہی خط
سنتے ہین ہم کہ چھپا کر کہین بھیجا ہی خط

خط دیا میرا جو قاصد نے کہا یون اُسنے
تو کہان سے ہی اُٹھا لایا یہ کسکا ہی خط

دیکھے وہ رشک چمن کیا وہ چمن مین سبزہ
سبزہ جسنے ترے رخسار کا دیکھا ہی خط

ہوگا اس رنگ سے معلوم کہ خون ہوگا مرا
وہ جو شنگرف سے اکثر مجھے لکھتا ہی خط

ہی کہ شاید دل صد چاک کے مضمون کا اثر
کر کے چاک اُسنے جو قاصد کو بھیجا ہی خط

کیون نہ خوش دل شکنی سے ہو مری تو خط
کہ خطون مین بھی شکستہ اُسے بھاتا ہی خط

خط مین لکھی ہی ظفر جسکی شکایت ہمنے
ہاسے پڑھوا تا اُسی سے وہ ہمارا ہی خط

تر آنسوؤن مین ہو نہ اگر چشم نم سے خط
جلجاے لکھتے لکھتے مرا سوز غم سے خط

آزاد پھر نہ کیجیے ہمین شرط ہی یہی
لکھواتے گر ہین آپ غلامی کا ہمسے خط

یاران رفتگان کا کھلے حال کس طرح
بھیجا نہین کسینے بھی لکھ کر عدم سے خط

بہتر ہی رخ ترا گل گلزار خلد سے
خوشتر ہی تیرا سبزۂ باغ ارم سے خط

دشمن ہزار وار کرے گر نہو قصد
تن پر پڑے نہ ایک بھی تیغ دو دم سے خط

کھینچی تری کمر جو مصور نے مو کمر
باریک ایک کھینچ دیا مو قلم سے خط

لکھو خدا کے لیے وجہ اس تغافل کی
لکھا جو تمنے نہین ابتلک ظفر کو خط

جو پہونچا اپنا دست یار مین خط
کھلا وہ محفل اغیار مین خط

نوشتہ مین ہی رسوائی ہو قاصد
گرا دے ہی میرا بازار مین خط

خط رخسار اُس رشک چمن کا
ملا دے ہی خط گلزار مین خط

نہو وے سوت تو نظر آتا کبھی
پڑے تن پر نہ اک سو دار مین خط

نہ پہونچا قاصد اُس پردہ نشین تک
دھو آیا روزن دیوار مین خط

مرا تعویذ ہر دو سر ہی ہی
کہ ہو سر پر ترا دستار مین خط

ظفر کا راز سربستہ کھلیگا
نہ پڑھ تو بیٹھ کر دو چار مین خط

جو بھیجے ہی مجھے مجنون اُجاڑ مین سے خط
تو کوہکن بھی ہی لکھتا پہاڑ مین سے خط

کواڑ کھول نہین سکتا اگر وہ پردہ نشین
تو پھینک دے ہی پھونکی دراڑ مین سے خط

گلی مین یار کے اغیار جمع ہین قاصد
نکانا لیجئے تو اس جھیڑ بھاڑ مین سے خط

جلایا کاغذ اگر سوز دل کے مضمون نے
تو نامہ بر مجھے کیا دیگا بھاڑ مین سے خط

رہا یہ مار سیہ گھانس ہی کے نیچے نہان
نہ نکلا سرمہ کا خط گان کی آڑ مین سے خط

ہوا تھا کل جو مرا خط پلنگ پر سے گم
سو یار آج وہ پایا نواڑ مین سے خط

دمون عشق کی نہ پوچھو شرط — جان دیجے تو کچھ ادا ہو شرط
و تمھاری نہ جائیگی بدلی — اسمین جو چاہو ہمسے بدلو شرط
مسکو منظور ہار ہی اپنی — ورنہ تم اور ہم سے جیتو شرط
ل بیمار کے علاج مین ہی — وصل دلدار ای طبیبو شرط
ل بندھا زلف سے نہین چھٹتا — اُسکے چھٹنے مین تم نہ باندھو شرط
ون کسیکو ہی کون دیتا دل — دلبری بھی ہی دلربا کو شرط

اُسکا دشوار ہی بجا لانا
ہی محبت کی ای ظفر جو شرط

ون ہلے جنبش ابرو سے ترے دل مضبوط — جیسے بھونچال سے جاتا ہی مکان ہل مضبوط
مارتین نہین ہستی کو کہ ہی سست بنا — یان محل اپنے بناتے ہین یہ غافل مضبوط
ل کے کچھ نہین ہم جان تلک دیتے ہین اپنی — گر رہے قول پہ یہ حور شمائل مضبوط
شمنین باتین بناتے ہین ہزارون آسان — لیکن ایک بات یہ ہو جاتی ہی مشکل مضبوط
مل تیغ محبت سے بچھوڑے تا حشر — تھام لے ہاتھ مین گر دامن قاتل مضبوط
خم پر زخم لگا تیغ ستم سے قاتل — اُف نہین کرنیکا ہی دل کا یہ بسمل مضبوط

ای ظفر کیونکہ عقیدہ مین ہو اپنے سستی
جبکہ کردے مدد مرشد کامل مضبوط

ردیف الظاء المعجمہ

ردیف العین المہملہ

جو دیکھوں بزم میں اُس شمع جنگجو کی طرف
چھُری کو دیکھ کے دیکھے مرے گلو کی طرف

تمھی کو دیکھتے ہیں اپنے دل کی آنکھوں سے
ترے سوا نہیں ہم دیکھتے کسو کی طرف

جو پائی بزم میں ساقی تری جگہ خالی
پھر آیا دیکھ کے دل ساغر و سبو کی طرف

تصور اُس قد دلجو کا چشم تر میں ہے
چمن میں دیکھیے کیا سرو آبجو کی طرف

تلاش مشک میں جاتا ہے چین کو سوداگر
چلا دل اپنا نہیں زلف مشکبو کی طرف

نہ اُسکی بزم میں آنسو بہائیو اے چشم
نگاہ رکھیو ذرا میری آبرو کی طرف

ظفر میں اُن سے کروں بات کیونکہ محفل میں
لگائے کان ہیں سب میری گفتگو کی طرف

اور بھی بیمار غم کی کل خبر چاروں طرف
آج کچھ سنتے ہیں احوال دگر چاروں طرف

ڈھونڈھتی ہیں جسکو آنکھیں وہ نہیں آتا نظر
ہم بہت دوڑاتے ہیں اپنی نظر چاروں طرف

خاک بھی ہو کر رہا آوارہ ہی میں خاکسار
خاک اُڑاتی ہے مری باد سحر چاروں طرف

خط میں جو میں نے لکھا سوا ہوا پیچ چار سو
اُسنے پھینکا خط کو میرے چاک کر چاروں طرف

دل مرا پھرتا ہے یوں اُس حسن کے شعلے کے گرد
جیسے پروانہ پھرے ہے شمع پر چاروں طرف

کیا نوشتہ میں ہے اپنے دیکھیے ہوتا ہے کیا
خط لکھے کرتے ہو رہے ہیں نامہ بر چاروں طرف

ہے وہ دل ہی میں تمھارے تم اگر ڈھونڈو اُسے
پھرتے ہو ناحق بھٹکتے اے ظفر چاروں طرف

ہوگا نہ خاک بھی ساتھ جو دل کا تعلق
لعل مستی سبب پر اسکی جو ہی رنگ پان
حال شب غم میرا سب نہین جاتا لکھا
دل کے ہین ٹکڑے ٹکڑے یہ جو مشغول اشک
اسکا خط کہکشان تو نہ سمجھو رات کو
گو نہ زبان سے کہا راز محبت تو کیا

جا کے ہلا دینگے ہم ساتون ہی طبق
ہوتے ہین کیا کیا خجل دیکھ کے شام و شفق
گرچہ سیہ ہوتے ہین روز ہزارون ورق
جیسے گلستان کا لین طفل دبستان سبق
نالے نے میرے کیا سینۂ گردون کو شق
خشک ہی لب چشم تر زرد ہی منھ کا رنگ فق

لالہ و گل پر ظفر اوس بھی پڑ جائیگی
دیکھ کے رخسار پر اسکے بہار عرق

مطلع ثانی

جنکے دلون مین فرق ہی انکی زبان مین فرق
مین خاک اور فلک پر تراو ماغ
پہلے سے ہو کمان کے گرزان کو نکہ تیر
دی ہی تفاوت اُس رخ پر نور و ماہ مین
ہو گیا غم فراق سے حال آگیا دیکھیے
ہو اپنا فیض عشق سے پیر مین جوان

مطلب مین انکے فرق ہی انکے بیان مین فرق
ہی ہم مین تم مین جیسے زمین آسمان مین فرق
ہوتا ہی یان طبیعت پیر و جوان مین فرق
ہی تا نگہ مین ہو اور خط کہکشان مین فرق
کچھ آگیا ابھی سے ہی تاب و توان مین فرق
مطلق نہین ہی اپنی بہار و خزان مین فرق

ہان ہی تو یان ظفر جو نہین ہی تو ہی نہین
کچھ یہین مین فرق ہی اپنی نہ ہان مین فرق

ہی عاشق دلسوز سراپا شجر عشق
پھل جاتا ہے پھولوں سے ہی ساغر عشق

ہوتے نہ اگر قاصد اشک اپنے روانہ
یاروں تلک پہنچتی نہ ہماری خبر عشق

نکلے ہی جو یوں داغ بدل خاک سے لالہ
ہیں زیر زمیں کیا کوئی نفتہ جگر عشق

تھو لنے لگے آتش دوزخ تو عجب کیا
دکھلائے شرر تیشہ اگر اپنی شرر عشق

کیا فائدہ اشکوں کو اگر چشم میں روکا
ہی زردی رخسار سے ظاہر اثر عشق

بجلی گرے ای چرخ اگر ادسپہ بلا سے
لیکن نہ پڑے دل پہ کسو کی نظر عشق

ہر چند داغ اسکا فلک پر تو بجا ہی
جو آپ کو سمجھے ہو ظفر خاک در عشق

ردیف کاف فارسی

سوزش عشق کی یوں ہی دل بیتاب کو لاگ
جس طرح آتش سوزان کی ہو سیماب کو لاگ

آنکھ کس طرح لگے میری کہ تجھ بن ہر شب
خواب کو چشم سے ہی چشم کو ہی خواب سے لاگ

آبرو رکھنی ہی دریا کو اگر اپنی منظور
کو باندھے نہ مرے دیدۂ پر آب سے لاگ

کام مسجد سے مجھے کیا مگر اس ابرو نے
شوق میں اپنی لگا دی مجھے محراب سے لاگ

آپ کی زلف کے حلقے سے دل ای بچۂ حسن
اس شناور کو ہی اس حلقۂ گرداب سے لاگ

دل لگے ادر حسینوں سے نہ مرا اتنا سوا
لگے جز شمع نہ پروانہ کی مہتاب سے لاگ

جو کچھ تھا وہ ہمنے دل سے ترک کیا
لیکن نہ محبت اک تمھاری کی ترک

مین سوزش دل بجھاؤن کیونکہ اُنکی
چشموں نے بھی اشکباری کی ترک

جس دن سے دیا ظفر دل اُسکو اپنا
اُس دن سے نہ ہمنے آہ و زاری کی ترک

تھامتا ہی دل ہی مرا ہمدم نالے کی جھوک
اگرچہ رستم ہو نہ سنبھلے اُس سے اس بھالے کی جھوک

زلف کا فرکھائے ہی ہجو ہوا کے بکھیا
کیا بلا ہی عالم مستی مین اس کالے کی جھوک

بارش گریہ نے ہی لا کر دیا پانی جھکا
ورنہ کبھی اُتنی کہان مژگان پہ پرنالے کی جھوک

ڈر ہی مر مر کے یہی مجھکو کہین ایسا نہو
آشیان میرا گرا دے باغ مین نالے کی جھوک

تولے ہی سکو برابر اپنی آنکھون مین ہی
اس ترازو مین نہین جس تھ لئے والے کی جھوک

پھول بالے مین پر سے تو نے کیون ہی نمیر
گوش نازک سے سنبھلنے کی نہین بالے کی جھوک

شاخ گل جیسے ہوا سے جھومتی ہی باغ مین
ای ظفر یون چال مین اُس شیخ متوالے کی جھوک

حسن ہی کیا ہی پری چہرہ بھی ہی حور کا ٹھیک
ہی بھرو جہ غرور اُس بت مغرور کا ٹھیک

داغ دل سوختگان کو نہو بہبود نصیب
ایک نسخہ نہ بنے مرہم کافور کا ٹھیک

دل پہ آبلہ کو چھیڑ وہ جب مست ناز
کہتا ہی تال کہ یہ خوشہ ہی انگور کا ٹھیک

حق شناس ایسا نہ تھا کوئی جو یہ حق کہتا
خون ناحق نکرو قول ہی منصور کا ٹھیک

فلک کہا تجہ سے کلفت اگر روشن ہو تجکو
تو حاصل تجہ مہر و ماہ کا کہنا ہی لاحاصل

حمائل کر گلے مین ای اسیرا دست گل خوردہ
گلو کا ہار تو نے رشک کا پہنا ہی لاحاصل

بجا ہے ظلم سہنے پر بھی گر وہ قدر عاشق کی
ظفر تو اس ستمگر کا ستم سہنا ہی لاحاصل

جبکہ دل ہی نہ ملے ماہ جبین کیا حاصل
سامنا تجھ شکوؤن کے پشیمان اور چنین کیا حاصل

گرچہ ہمسر ہو ہر اک آہ عصا سے لیکن
دل کو منظور سہارا ہی نہین کیا حاصل

ای کماندار نہ سینہ سے مرے تیر نکال
جائیگی ساتھ نکل جان حزین کیا حاصل

زلف مشکین سے تری اپنا معطر ہی مشام
کیون پھرین ڈھونڈتے ہم نافہ چین کیا حاصل

گور عاشق پہ نہ لا غیر کو اپنے ہمراہ
ہو جسے چین کوئی زیر زمین کیا حاصل

نظر آئی نہ تری شکل اگرچہ ہم نے
روکا آنکھون مین دم باز پسین کیا حاصل

کیون ملاتا ہی ہمین خاک مین ظالم باز آ
اس سے ہوگا تجھے ای چرخ برین کیا حاصل

دل و جان دیتے ہین انکا کسے ہی لیکن
جب محبت کا نہین تمکو یقین کیا حاصل

ای ظفر دل سے ہی جو دور وہ کیونکر نزدیک
گرچہ ظاہر مین نہایت ہی قرین کیا حاصل

موباف اسکے جعد شکن در شکن مین لال
گویا زبان ہی مار سیہ کے دہن مین لا[ل]

فرقت مین تیری ٹپکے جو آنکھون سے اشک خون
دھبے سے جا بجا ہین مرے پیرہن مین لا[ل]

قیس و فرہاد کو کیا تاب کہ آگے میرے
گر سکیں ایک قدم عشق کے میدان میں چل

نیش کژدم کی کجی کا ابھی الدم میں نکال
اتنا ہی گو یخ لو باسے کہ ترے کان میں چل

یہ بھی کچھ پیچ نوشتہ ہی کا ہی اپنے کہ ہیں
ناوک انداز ترے جوہر پیکان میں بل

زور گریہ کا ہمارے نہیں دیکھا اُسنے
آگیا اُس سے ہی کچھ موج طوفان میں بل

آدمی خاک کرے بل کہ اجل کے آگے
اے ظفر اسکا نکل جاے ہے اک آن میں بل

تیرا ایوان ہی کیا روضۂ رضوان کی نقل
بلکہ ہے روضۂ رضوان ترے ایوان کی نقل

ماہ نو جسکو بتلاتے ہیں وہ ہی جلوہ نما
ہے مہ زہرہ جبین تیرے گریبان کی نقل

بے دوات و قلم اس رو کتابی کا خیال
کرتا ہی کیا دل سیپارہ میں قرآن کی نقل

زلف کیا تری ہوتی ہی پریشان کہ
دل ہے دور از دہ کہ حال پریشان کی نقل

لی ہی عکس خط رخسار سے آئینہ نے
اے شہ حسن ترے حسن کے فرمان کی نقل

کرتی ہے کعبہ کو جیسے اک خلق طواف
ہے وہ در اصل وہی حضرت انسان کی نقل

ہے ترے فیض سخن سے وہ سخنور کامل
جسنے اک بار ظفر کی ترے دیوان کی نقل

لیلو اک بوسہ یہ دل عاشق بدحال کا لیا
کچھ سوا کہتا نہیں مانگتا ہے مال کا سوا

مطلع ثانی

چاک کیون جیب جگر اپنا کرین مثل کتان | اگر نہون دیوانۂ عشق اُس قمر طلعت کے ہم

ان بتونکی صورتوں پر واہ کیا کیا ای ظفر
ہین تماشے دیکھتے اللہ کی قدرت کے ہم

زلف پر تری نظر جب ای صنم کرتے ہین ہم | سورۂ واللیل پڑھ کر منھ پہ دم کرتے ہین ہم

کب تمھارا شکوۂ جور و ستم کرتے ہین ہم | اور کرتے ہم تو کہدیتے کہ ہم کرتے ہین ہم

وہ قدم اپنا جہان رکھتا ہی وان زیر قدم | فرش آنکھین صورت نقش قدم کرتے ہین ہم

کیا ستم ہی وہ صریحاً ہم پہ کرتے ہین ستم | اور کہتے ہین کہ یہ لطف و کرم کرتے ہین ہم

اپنے خارستان مژگان کو ہمیشہ عشق مین | اشک گلگون سے گلستان ارم کرتے ہین ہم

کیا کسی سے خاک ہون وحشت مین اپنوس ہم | دیکھتے ہین اپنے سایہ کو تو رم کرتے ہین ہم

سچ ہی سچ لکھا ہی قاصد خط یہ ہمنے یکقلم | جھوٹ ہو تو ہاتھ بھی اپنے قلم کرتے ہین ہم

شربت خضر اس حلاوت سے پیےگا کوئی کیا | جس مزے سے نوش جان زہر ستم کرتے ہین ہم

یہ جو دم کی آمد و شد ہی اسی مین ای ظفر
دمبدم اک سیر ہستی و عدم کرتے ہین ہم

ردیف النون

کرتا مین ترک غم یار کی تدبیر تو ہون | کیونکہ تا رکھ سہون یہ دگر ہو تقدیر تو ہون

لگے ہین دل پہ بہت زلف یار کے تسمین
کیا ہی ٹھیک ہے مار مار کے تسمین

شکار بند مین تیرے سوار ہین باز
کہان نصیب کہ ہون اس شکار کے تسمین

خدا بچائے اُسے جسکے قتل پر کھولین
بتان ہر بدہ جو سو کٹار کے تسمین

بتا تو کھینچی کس دن نہین تری لقین
گلے مین ڈال کے دو تین چار کے تسمین

فلک نے رعد کے طبلہ پر آج الساقی
چڑھا دیے رگ ابر بہار کے تسمین

ابھی جو ہاتھ لگاتا ہے ایک وہ قاتل
تو چھوٹ لگے نہین بہتے ہزار کے تسمین

زہے نصیب جو کام آئین ان حسینون کے
بوقت فصد ترے جسم زار کے تسمین

فقیر جا کے کمر بند باندھتے ہین سدا
کمر مین ہمت پر استوار کے تسمین

ستم سے ہاتھ وہ کھینچے ظفر کیا امکان
نہ کھینچے جب تلک اس بیقرار کے تسمین

قتل کرتی ہین مجھے اسکی رسیلی آنکھین
رہتی ہین خون سے میری روز رنگیلی آنکھین

شدت گریہ سے کس وقت جدائی مین تری
آستین کو نہین رکھتی مری گیلی آنکھین

نوک جھوک انکی چلی جاتی ہے دل سے میرے
کتنی مژگان مین بلا تیری نکیلی آنکھین

ڈورا کاجل کا جو ہے وہ رسن گردن دل
کیا تماشا ہو اگر چھوڑ دین ڈھیلی آنکھین

کھل گئین جلوۂ رخسار ترا دیکھتے ہی
مہر و مہ کی بھی مگر گنبد نیلی آنکھین

نہین ان کافرون سے نیم نگہ کی بھی امید
مجھسے رکھتی ہین تری نیز بخیلی آنکھین

جلد دوم دیوان ظفر

مطلع ثانی

کو نہ گیا ہوں سو کھکے کانٹا سا مین جھیرا | لیکن کھٹکتا اب بھی ہوں چشم حسود مین

وہ کھیل کھیل جس سے بنے کچھ وہان کا کھیل
کیا فائدہ یہان سے ظفر کھیل کود مین

چوسے لب میگون دم خواب ایسے مزے مین | پی تھی نہ کبھی ہمنے شراب ایسے مزے مین
ادس و کتابی کا ہی آنکھو نمین تصور | ہم دیکھتے ہین دیکھو کتاب ایسے مزے مین
جو ہمنے مزا عشق کا پیری مین اوٹھایا | گذرا نہین اور ونکا شباب ایسے مزے مین
ساقی مری توبہ کے ٹھہرنیکے نہین پاون | گر جھومتا آئیگا سحاب ایسے مزے مین
پروا اگر زخمی کو نہین آب بقا کی | رکھتی ہی تری تیغ کی آب ایسے مزے مین
ایسا کہ دل سوختہ ہی اپنا مزے دار | رہتا ہی کہان جلکے کباب ایسے مزے مین
پوچھو نہ یہ تم بوسے لیے کتنے مزے سے | رہتا ہی کسے یاد حساب ایسے مزے مین
چھٹتا ہی مزا عشق کا ہمسے کوئی ناصح | آئے نہین ہم خانہ خراب ایسے مزے مین

ہوتے ہی نشہ کیونکہ نہ کھل جائے وہ ہمسے
رہتا ہی ظفر کوئی حجاب ایسے مزے مین

ڈھئے گئے بن بن کے دنیا مین مکان بہتون کے ہین | ای فلک تو نے مٹائے یان نشان بہتون کے ہین
حال دیوانونکا اپنے پوچھ خار دشت سے | یعنی اُفتانکے سے نوک زبان بہتون کے ہین
ہر قدم پہ تیرے انداز خرام ناز نے | دل کیے پامال ای سرو روان بہتون کے ہین

اونچ نیچ اچھی جتائی خوب پھیکا چرخ نے	گہ بلندی پر ہین اور گاہ پستی مین ہین
ابر باران مین سوا ہوتا ہی مینو شی کا لطف	ساقیا دے جام مے بدلی برستی مین ہین
جوش وحشت سے ہمارا اودہی کچھ ڈھنگ ہین	رہنے دیگا یہ نہ جنگل مین نہ بستی مین ہمین

ای ظفر جو کچھ کیے ہمنے زبردستی مین کام
انکے بدلے ال رہے ہین زیردستی مین ہمین

جاؤ تم تنہا کہین ایسا تو ہو سکتا نہین	اور نہ مین ہمرہ چلون ہائین ایسا تو ہو سکتا نہین
چھیڑون چین زلف کو مین اور نہی تقصیر ہو	ہو نہ وہ چین بر جبین ایسا تو ہو سکتا نہین
کیا ہوا گو حسن یوسف شہرہ آفاق ہی	تو ہی پر جیسا حسین ایسا تو ہو سکتا نہین
ز عنایت فی نوازش کیونکہ اس کافر کو مین	دون دل و ایمان و دین ایسا تو ہو سکتا نہین
زلف کے حلقے مین بھی جیسا رخ روشن ترا	ماہ بھی ہالہ نشین ایسا تو ہو سکتا نہین
جاسے تو بالین سے میرے اور نجا تیرے ساتھ	سیر ہی یہ جان حزین ایسا تو ہو سکتا نہین
مین ہون ایسا چاہتا دل ہو نہ اسپر مبتلا	کیا کہون پر ہمنشین ایسا تو ہو سکتا نہین

سینہ کاوی بیان کرے کوئی نہ جبتک ای ظفر
نامور ہو جون نگین ایسا تو ہو سکتا نہین

دن گیے زلف بت کافر مین آ ہو پہنچے تو مین	شام کو شامت زدہ پر گھر مین آ پہنچے تو مین
کوئی دن دیکھنا لخت جگر بھی آئینگے	قطرۂ خون دل کے چشم تر مین آ پہنچے تو مین

مطلع ثانی

مطلع ثانی

خود نما ہو تم کوئی پردے میں کیا رکھے تمہیں
وہ رکھے در پردہ جو دل میں چھپا رکھے تمہیں

حضرت دل کیا کروں میں خوبی الٹی آپکی
تم اسی سے رہتے ہو خوش جو خفا رکھے تمہیں

ناصحو جانو برا تم حال گرچہ زلف یار
ایک دو دن بھی گرفتار بلا رکھے تمہیں

درد اٹھے اس طرح سے دل میں پھر کیونکر مدام
اپنے پہلو میں اگر عاشق بٹھا رکھے تمہیں

تم تو ہو عیار لیکن وہ بڑا عیار ہی
اس بگڑنے پر جو یار اپنا بنا رکھے تمہیں

نکلے دم جب تک کے میرا آہ بالیں پر ترے
کوئی ایسا ہو کہ بالیں لگا رکھے تمہیں

خط تو میں لکھتا ہوں لیکن یہ مجھے ہی ہے سنائی
کوئی دشمن کچھ نہ پہلے سے پڑھا رکھے تمہیں

اُسکے حسن حیرت افزا کو جو دیکھو ای ظفر
عمر بھر آئینہ ساں وہ چشم وا رکھے تمہیں

کیا کہیں تجسے بتو ہمنے کیا دیکھا نہیں
جو یہ کہتے ہیں سنا ہی پر خدا دیکھا نہیں

جبسے دیکھا ہی تیری ابرو کو ہمنے یہ صنما
ہمکو تو آسمان پر آنکھ اٹھا دیکھا نہیں

پہلے ہی سے حسن کا اپنے ہی تمکو اک غرور
آئینہ تو نے ابھی ای خود نما دیکھا نہیں

خوف ہی روز قیامت کا تجھے اسواسطے
تو نے ای زاہد کبھی دن ہجر کا دیکھا نہیں

وہ تماشا دیکھے گر دیکھے زلیخا تیری شکل
خواب میں بھی اُسنے جو ای مہ لقا دیکھا نہیں

یوں تو ہیں سرو گل اندام اور بھی پر تیری شکل
تجھسا پر رنگین ادا گلگوں قبا دیکھا نہیں

اسنے دکھلایا نہین اپنا بناگوش حسین	واعظو صبح قیامت کا جو تم لاتے ہو ذکر
مجھ سا ملنے کا نہین کوئی بلا نوش تمھین	کون ایسا ہی کہ جو زلف کو دھو دیکھے پیٹے

شمع سان گو کہ سراپا ہو زبان تم لیکن
دیکھتا ہون ظفر اس بزم مین خاموش تمھین

جگر اور دل جو زخمی ہین مری جان دونون کے دونون ہین
خدنگ ناز و غمزے کے نشان دونون کے دونون ہین

جہان مین رنج و راحت کی ہو رہنے کا ٹھکانا کیا
وہ دل ہی ہی سما جاتے جہان دونون کے دونون ہین

مرے جو سینہ و پہلو مین ہین دو تیر کے روزن
اندھیرے گھر کے یہ تو تابدان دونون کے دونون ہین

ہوئے ہین اشک خون سے جیب و دامن اسقدر رنگین
مرے نزدیک یہ باغ جہان دونون کے دونون ہین

ترے ابرو ہین وہ کج خلق مانگو اک اگر بوسہ
ابھی رخ پھیرتے مثل کمان دونون کے دونون ہین

امید وصل دل مین چشم مین ہی شوق نظارہ
بہت دن سے تصرف مین مکان دونون کے دونون ہین

مطلع ثانی

جو بلا ہو رہو دت صفائی کے [illegible] قربان
تو جو ہو شوخ نازک کلائی کے قربان
دکھا تا ہو رنگ بین جب لو وہ اپنی [illegible] کے قربان
بین اپنی شوخی کی تو دکھائی کے قربان
کدورت بھی دل بین نہو بے صفائی کے قربان
کی آئینہ روی صفائی کے کدا کا
الکھون رہتا بت صدرے [illegible] کے قربان
کہ نہ شاہی ہو جسکی گدائی کے قربان
یہ اس دل تو کیا ہو الالکو دل ہون
تو بچے تری دلربائی کے قربان
وفا ہو جو تجھ بین تو کیا جانے کب ہو
کہ دل ہو تری بیوفائی کے قربان
نہ سنا شو [illegible] آشنائی کے قربان
تری نا آشنا آشنائی کے قربان
کیا صاف ہا تو آنے سے [illegible]
ظفر اس کی تیغ آزمائی کے قربان

نہین آتا سمجھ مین لوگ سمجھاتے ہین کیا انکو	کہ سمجھانے کیلئے کب ترے شیدا سمجھتے ہین
نہ خورشید کو نسبت ہمارے داغ سوزان سے	کہ اُسکو اسکا ہم اُترا ہوا پھلا سا سمجھتے ہین
تری باتین تری گھاتین سمجھ مین کسیکے آتی ہین	انھین تو کچھ ہمین الشرح سے بے پردا سمجھتے ہین
دل پرخون ملین میرا نہ کیونکر اپنے تلوونسے	کہ خون دل کو میرے وہ حنا سا سمجھتے ہین
الٰہی حضرت دل کی سمجھ کیون ہو گئی اُلٹی	کہ اس نا آشنا کو آشنا اپنا سمجھتے ہین

کبھی گر دیکھتے ہین آئینہ حیران ہوتے ہین
ظفر وہ حسن ہین جو آپکو یکتا سمجھتے ہین

لاغری سے یون ترے اندوہگین کی ہڈیان	ہین عیان جیسے کہ مجنون حزین کی ہڈیان
گر ترا دلسوز سرگرم فغان ہو جل اُٹھین	شمع سان گرمی سے آہ آتشین کی ہڈیان
یہ صلا تو ہی محبت کی کہ سر سے پانو تک	ہے فراست میں ہما کھاکے کہین کی ہڈیان
خاک کو بھی جسم پر غافل نہین دریا کوہ	یہ نہین کی ہین رنگین اور وہ زمین کی ہڈیان
جیسے ہی میرے الکھون قاتل تری شرح ستم	ہون قلم ترش سے گر شمشیر کین کی ہڈیان
قابل نفرت ہی وہ یا تک ہو جسکو یقین	کھا نہ لے کتے بھی نہین اُس بے یقین کی ہڈیان

آگے اُن آنکھون کے گر شوخی کرے تو اے ظفر
توڑ ڈالون مار کر آہوے چین کی ہڈیان

ہنسی ہین دکھائی دکھائی کے قربان	تری واہ اس خوش ادائی کے قربان

دیوان ظفر

دیگر

[illegible]

دیگر

[illegible]

مین بھلائی کہون تو کسلی کہون
اور برائی کہون تو کس کی کہون

کہو نا آشنا کہون کسکو
آشنائی کہون تو کسلی کہون

رند بے باک ہین کہون تو کسے
پارسائی کہون تو کس کی کہون

شیوۂ راستی کہون کس کا
کج ادائی کہون تو کس کی کہون

جبکہ ہو سب مین ؤہی جلوہ نما
خودنمائی کہون تو کس کی کہون

وہ تو کہتا ہی باوفا ہون مین
بیوفائی کہون تو کس کی کہون

روبرو و سے صاف کے اُسکے
مین صفائی کہون تو کس کی کہون

وہ تو ہردم ہی میرے دم کے ساتھ
پھر جدائی کہون تو کس کی کہون

ای ظفر بخت نارسا کے سوا
نارسائی کہون تو کس کی کہون

چوری سے وہ بوسۂ عارض نہ لف اُٹھا کر کیونکر لون
مال وزدی یون تو چھپا کر سب کو دکھا کر کیونکر لون

میری طرف سب تاک رہے ہین محفل مین ہین جتنے حریف
ساقی تجھ سے ساغر مین آنکھ بچا کر کیونکر لون

کیا کیا مجھ پر ظلم کیے ہین اجرخ نے ہی یہ فکر مجھے
بدلا اس سے لون جو کہے مین قابو پا کر کیونکر لون

جدا مجھسے ہوا دل یہ نہ سمجھا وہ کہ در سینہ
رفیق ایسا ہون ترک اسکی رفاقت کیونکہ کرجاؤن

پلا ای غیر تجکو مے پیون مین خون دل اپنا
گوارا اسکو مین ای بیمروت کیونکہ کرجاؤن

وہ بھاگین لاکہ مجھسے دور تجکو پاس ہی انکا
کنارہ انسے مین اب ای محبت کیونکہ کرجاؤن

جو باعث اس مصیبت کے ہین وہ سب پاس ہین تیرے
تیرے آگے بیان اپنی مصیبت کیونکہ کرجاؤن

سفر دنیا سے کرجانا تو کچھ مشکل نہین لیکن
بتا ای دل کہ طی مین راہ الفت کیونکہ کرجاؤن

دل بیتاب کو تو تھام کر مین نے رکھا لیکن
مگر نالہ کو ضبط ای درد فرقت کیونکہ کرجاؤن

مری صورت تو سب پہچانتے ہین اسکے کوچے مین
اگر جاؤن مبدل اپنی صورت کیونکہ کرجاؤن

ظفر منظور ہو جلوہ دکھانا جب اُسے اپنا
ندیکھون کس طرح مین اور غفلت کیونکہ کرجاؤن

کدورت کھوسکے گر ساری دل بیکینہ بنجاؤن
صفا سینے مین اپنے ایک آئینہ بنجاؤن

کرے مشق خدنگ ناز تو گر ای کمان ابرو
تو مین تو وہ مقابل کرکے اپنا سینہ بنجاؤن

برابر شستانے نوکے بھی پہنچے نہ وہ مجھکو
اگر مین عمر کھو کر عاشق دیرینہ بنجاؤن

کہا یہ دار نے منصور سے گر قصد ہو تیرا
تو بام عشق کا تیرے لیے مین زینہ بنجاؤن

نہین جای تعجب ای ظفر گر عشق کی دولت
ہجوم داغ سے مین لینے اک گنجینہ بنجاؤن

وہ بیٹھے بیٹھے یونہین جو اداس ہجا ہون
تو پھر بجا ہی مرے گرد اس بجا ہون

باندھتا کیا کیا ہوا ہون اپنی مانند حباب
آگیا اس ستی اکیدم کے ایسا دم مین ہون

مجھسے کیون الجھے ہی تو ناصح کہ مین الجھا ہوا
آگے ہی اسکے خیال گیسوی پرخم مین ہون

رہتا ہون شکل گل خندان گریبان چاک مین
یہ نہین معلوم شادی مین ہون یا غم مین ہون

پڑھتے پڑھتے دل تلک پہونچا ظفر زخم جگر
اور مین ابتک تلاش نسخہ مرہم مین ہون

مین ہون عاصی کہ پر خطا کچھ ہون
تیرا بندہ ہون ای خدا کچھ ہون

جسنر و کل کو نہین سمجھتا مین
دل مین تھوڑا سا جانتا کچھ ہون

تم سے الفت نباہتا ہون مین
با وفا ہون کہ بیوفا کچھ ہون

جب کہ نا آشنا ہون مین سب سے
تب کہین اس سے آشنا کچھ ہون

نشہ عشق نے اڑا ہی مجھے
اب مزے مین اڑا رہا کچھ ہون

خواب میرا ہی عین بیداری
مین تو اسمین بھی دیکھتا کچھ ہون

گرچہ کچھ بھی نہین ہون مین لیکن
اسپہ بھی کچھ نہ پوچھو کیا کچھ ہون

سمجھے وہ اپنا خاکسار مجھے
خاک رہ ہون کہ خاک پا کچھ ہون

چشم الطاف فخر دین سے ہون
ای ظفر کچھ سے ہو گیا کچھ ہون

کان سے سنین ہم بات چیت یونکی و دن
پر کہین نہ منہ سے ہم بات چیت یونکی و دن

پھر گئی ایک بار ایسی باغ عالم کی ہوا
بولتے وہ بولیاں بھی جانور اگلی نہیں

اور ہی طرز روش پر لکھکے بھیجا اُسنے خط
وہ رہ و رسم کتابت نامہ بر اگلی نہیں

نالۂ شب ہی سے کیا اُنکے اثر کو روئیے
تجھ میں بھی تاثیر ای آہ سحر اگلی نہیں

دیکھتے ہیں روز ہم تیرے نئے ظلم و ستم
بھولتے تیری وفا پیارے مگر اگلی نہیں

ہوگیا معلوم انداز سخن ہی سے مجھے
وہ عنایت اُنکی میرے حال پر اگلی نہیں

گرچہ آیا وقت پیری جاچکا عہد شباب
پر وہ باتیں ہمسے جیسی تھیں ای ظفر اگلی نہیں

نصیب وصل جو اُس نازنین جبین سے نہیں
اندھیرے گھر میں مرے روشنی کہیں سے نہیں

تو اُسکی دید کی طاقت نظر میں پیدا کر
کہ پاس وہ نظر آئیگا دوربین سے نہیں

بزنگ نقش قدم خاک میں ملجائیے
پر اُٹھتے کوچۂ جانان کی ہم زمین سے نہیں

اگرچہ کیسا ہی ہوگا کڑی کمان کا تیر
وہ پیش جائیگا آہ دل حزین سے نہیں

یہاں ہی آتش دوزخ بھی اک شرارۂ برق
ترا مقابلہ اس آہ آتشین سے نہیں

کیا ہی تونے نیا کسکو ذبح ای سفاک
کہ چھوٹا جسکا یہ خون تیری آستین سے نہیں

ہمیشہ رہتے ہیں اُنکی مصاحبت میں وہی
ظفر بلاتے ہیں جو ہاں سے ہاں نہیں سے نہیں

نقاب اُسکی رخ پر عتاب پر رنگین
شفق کا پردہ وہ سا ہی آفتاب پر رنگین

سینہ کوبی سے ہوا کیا جانے کیا سینہ کا حال
یاد دلواتا ہی ساقی مجکو چشم مست یار
طوق گردن بکے کیے ٹکڑے گریبان کی طرح
نسخہ بیماری دل ہی یہ نامہ یار کا
کیونکہ دامنگیر ہون اس قاتل سفاک کا

ابتلک اک درد ہی شدت سے میرے ہاتھوں مین
دیکے جام بادہ کیفیت سے میرے ہاتھوں مین
دیکھو تو کیا زور ہی وحشت سے میرے ہاتھ مین
آگیا کیا جانے کس حکمت سے میرے ہاتھ مین
ہو رہا رعشہ سا ہی ہیبت سے میرے ہاتھ مین

دے گئے تھے وہ نشانی مجکو اپنے ہاتھ سے
یہ جو چھلا ہی ظفر مدت سے میرے ہاتھ مین

دولت عشق ہو گر پاس تو زر کچھ بھی نہین
بیخبر ہم ہین محبت مین تمھاری سب سے
غیر پر لطف و کرم ہم پہ نہ شفقت کی نگاہ
جو ہی کام انہین بصرفت ہی بصرفت ہی تمام
ایکدن وہ تھا کہ تھی آہ مین کیا کیا تاثیر
گرچہ بے پردہ ہی وہ پر ہین ہزارون پردے
واہ ری عقل کہ مرتے ہین یہ شاعر کن پر
اسپہ بھی کتنا ہون سرگرم شرارت دیکھو
جب تلک چشم ہی وا آتا نظر ہی سب یہ کچھ

کہ زر نقد بہ از داغ جگر کچھ بھی نہین
کیا خبر پوچھتے ہو ہمکو خبر کچھ بھی نہین
واہ جو کچھ ہی ادھر ہی ادھر کچھ بھی نہین
ایک سودائے محبت مین ضرر کچھ بھی نہین
ایکدن یہ ہی کہ نالون مین اثر کچھ بھی نہین
کام کرتی مری غفلت مین اثر کچھ بھی نہین
جن حسینون کے دہن اور کمر کچھ بھی نہین
گرچہ ہستی مری مانند شرر کچھ بھی نہین
ہوگئی اہل جہان آنکھ ظفر کچھ بھی نہین

دشت جنون کو جائینگے ہم کل ہین آج مین
لینگے ہمارے خار قدم کل ہین آج مین

کرتے تھے یون تو ظلم ہمیشہ پر آپ سے
کچھ کچھ کیے ہین تازہ ستم کل ہین آج مین

ہستی کے قید خانہ سے مجنون ہی تیرا تنگ
چلتا ہی سوے دشت عدم کل ہین آج مین

معلوم ہی ہمین یہی جو کچھ عدو کے ساتھ
تمنے کیے ہین قول قسم کل ہین آج مین

اُس بت کی بیوفائی اگر ہی یہی تو ہم
ڈھونڈینگے کوئی اور صنم کل ہین آج مین

جو کل تھا دل کا حال وہی آج بھی رہا
پایا کچھ اضطراب کم کل ہین آج مین

پر ہو قافیہ بدل کے ظفر اور بھی غزل
کچھ شعر کر لیے ہین رقم کل ہین آج مین

کرتا وہ بیچارہ کیا تدبیر سے چارہ نہین
پر کرے کیا چارہ گر تقدیر سے چارہ نہین

صورت تصویر ہین حیران اہل جستجو کی
ہوتا کچھ اُس عالم تصویر سے چارہ نہین

زلف کے سودائیونکو قید کرنا چاہیے
بہتر انکے واسطے زنجیر سے چارہ نہین

روز ہوتا جاتا ہی وہ بت زیادہ سنگدل
ہوتا کچھ اس آہ کی تاثیر سے چارہ نہین

مرتا ہی دل کو نشانہ ناوک مژگان یار
جز رضا کوئی قضا کے تیر سے چارہ نہین

دے مریض عشق کو کوئی دوا کیا اور خاک
ہوتا اس بیمار کا اکسیر سے چارہ نہین

تشنہ لب ہین جو شہادت کے ظفر انکے لیے
بہتر اس آب دم شمشیر سے چارہ نہین

مُنھ لگ نہ ظفر اُسکے وہ کہہ بیٹھتا ہی صاف
جو آئے ہی اُس آئینہ رخسار کے مُنھ مین

اگرچہ شاہ ہون اُنکا غلام کمترین ہون مین	مرید قطب دین ہون خاکپائے فخر دین ہون مین
وگرنہ یون تو بالکل روسیہ مثل نگین ہون مین	انھین کے فیض سے ہی نام روشن میرا عالم مین
ہمیشہ گھستا انکے آستانے پر جبین ہون مین	نہ کعبہ سے غرض مجکو نہ میخانہ سے کچھ مطلب
نہین خواہش مجھے یہ صوفی خلوت گزین ہون مین	رہون مین زیر دستش پر رہون انکی محبت مین
ولیکن یہ تمنا ہی کہ انکا ہون کمین ہون مین	مجھے تو خانقاہ و میکدہ دونون برابر ہین
سمجھتا اُنکو اپنا حامی دنیا و دین ہون مین	یہی عقدہ کشا میرے یہی ہین رہنما میرے

بہادر شاہ میرا نام ہی مشہور عالم مین
ولیکن ای ظفر انکا گدا ے رہ نشین ہون مین

دو دن بھونک بیٹھین غیر کے مین چار بند مین	محرم کی ترے دے جو گرہ یار بند مین
ہون اس طرح کہ جیسے گنہگار بند مین	مین باغ دلکشا مین بھی تجبن گرفتہ دل
دونون رہین گے کافر و دیندار بند مین	جھگڑے ایسے کفر و دین کے نہ نکلین گے جب تلک
کیون بند ہی یہ بندش دستار بند مین	پگڑی کو اپنے ہاتھ سے ای ہوشمند باند
آزاد بھی ہی باعث بندار بند مین	سرو چمن کے ساتھ ہی اک سرکشی کی قید
دینگے گرہ اگرچہ وہ سو بار بند مین	مجھکو یقین ہی بات مری بھول جائینگے

تسلی ہمکو ہوجاتی ہی جسدم غیر کی منہ سے ۔ شکایت ہم تری ای دلبر طناز سنتے ہین

کنارے بیٹھ کر انکو سنانا تو مدعا اپنا
سر محفل ظفر لکھتا ہی کیا غماز سنتے ہین

ہرے اور غیر کے کیا منہ سے جام مے لگا پھرا ۔ وہ اک کاسہ ہیت پانی شیر بکری کو پلاتے ہین
لگائی عشق نے وہ آگ دل مین بجھ نہین سکتی ۔ و فور اشک سے ہر چند ہم دریا بہاتے ہین
دکھاتے ہمین دل پر داغ جب ہم چاند سا انکو ۔ ہمارے داغ دل کیا کیا ہمین آنکھین دکھاتے ہین
نہین معلوم پھونکا کیا صبا نے کان مین گل کے ۔ چمن مین جس سے غنچے چپکے چپکے مسکراتے ہین
جگا این بخت خوابیدہ کو گر میرے تو مین جانون ۔ کہ میرے نالۂ دل خوب سوتو نکو جگاتے ہین
نئی تلوار جسدم کوئی انکے ہاتھ آتی ہی ۔ تو پہلے شکوہ اس سخت جان پر آزماتے ہین

قطعہ

وہ ہمسے وعدہ کر جاتے ہین اکثر شب کے آنیکا ۔ مگر آتے نہین ہرگز کہ جا کر بھول جاتے ہین
گذر جاتی ہی ساری رات کہتے کہتے یہ ہمکو ۔ اب آتے ہین اب آتے ہین اب آتے ہین اب آتے ہین

اگرچہ کھینچتے ہین آپ کو وہ دور تر اُن کو
کشش سے اپنے دل کی ای ظفر ہم کھینچ لاتے ہین

وہ جو چلے ہین اتنی جلدی دیکھین کدھر کو جاتے ہین
ٹھہرتے ہین رستے مین کہین یا سیدھے گھر کو جاتے ہین

مطلع ثانی

ہوا جو باندھتے اس قلزم فنا مین ہین	حباب وار وہ بیغم کسی بلا مین ہین
نہ انکو چاہیے خنجر نہ چاہیے شمشیر	وہ قتل کرتے ہزارونکو اک ادا مین ہین
ہمارے انکے محبت کے کچھ نہ پوچھو ڈھنگ	کہ ہم وفا مین ہین سرگرم وہ جفا مین ہین
جنون کے ہاتھ سے دو چار تار بھی باقی	نہ جیب مین نہ ہرے دامن قبا مین ہین
فدا ہی آج اگر انسے ہاتھا پائی ہو	لگا رہے وہ حنا اپنے دست و پا مین ہین
ترے ہی کوچے مین ہون دفن تیرے کشتۂ ناز	یہ تجھسے چاہتے وہ اپنے خونبہا مین ہین
کرینگے پارہ کو کیا خاک یہ مہوس خاک	کہ آپ کشتۂ تمنائے کیمیا مین ہین

جو اپنے دل مین جگہ دیتے ہین بتونکو ظفر
بناتے بتکدہ وہ خانۂ خدا مین ہین

فدا پروانہ سان جان اسپہ ہم جانباز کرتے ہین	اگرچہ پر نہین پر شوق مین پرواز کرتے ہین

مطلع ثانی

ستم ہمپر نہین یہ لب طناز کرتے ہین	ستم کا اظہار پردہ ہی لیکن ناز کرتے ہین
تمھارے گھر مین شب کو کسطرح ہم آئین جو یہ سے	کہ جو کیدار کھٹکا سنتے ہی آواز کرتے ہین
جو کہتا تھا وہی کہتا رہا منصور سولی پر	کہ کہہ کر حرف حق انکار کب سرباز کرتے ہین
ہم اسمین آپ ہو جاتے ہین گم انداز سے باہر	نظر مین جب کمر کا یار کی انداز کرتے ہین

جلد دوم دیوان ظفر

اجل کھیلے ہی شاید عاشق سر باز کے سر پر ۔۔۔ علم جو دست میں آج اپنی وہ شمشیر کرتے ہیں
بچا تیرے غمزون سے خدا صید محبت کو ۔۔۔ کہ یہ کافر ہمیشہ ذبح بے تکبیر کرتے ہیں
نہین آئیگی ہرگز بات بھی اُس شوخ کے آگے ۔۔۔ یہ بیٹھے حضرت ناصح نہین تقریر کرتے ہیں

خدا جانے اثر ہوتا نہین کیون دل مین اُس بت کے
ظفر نالے مرے پتھر مین بھی تاثیر کرتے ہین

کام جو کرتے ہین بیہودہ ظفر کرتے ہین ۔۔۔ ہرزہ گردی مین ہم اوقات بسر کرتے ہین
شب غم یا ہو شب عیش برابر ہی کہ ہم ۔۔۔ شمع کی طرح سے رو رو کے سحر کرتے ہین
بیخبر دل پہ جو گذرے ہی محبت تیری ۔۔۔ قاصد اشک ترے مجکو خبر کرتے ہین
جبکہ وہ جنبش مژگان مین دکھاتے ہی ۔۔۔ ایک پل مین دو جہان زیر و زبر کرتے ہین
کیا ہنسین کھول کے دل غنچہ صفت وہ دلگیر ۔۔۔ باغ ہستی سے جو ہنستے ہی سفر کرتے ہین
ٹکڑے کرتے ہین جگر اپنے وہ غمخوارون کے ۔۔۔ آہ جس وقت ترے خستہ جگر کرتے ہین
تیر مژگان ترے سیکھے ہین کچھ ایسی گُھس پیٹھ ۔۔۔ چھوٹتے ہی دل عشاق مین گھر کرتے ہین
خاک اُڑاتے ترے پھرتے ہین بگولے کی طرح ۔۔۔ عمر کیا خاک بسر خاک بسر کرتے ہین

ای ظفر یہ ترے اشعار ہین یا نالۂ زار
کیا بلا ہین کہ جو یون دل مین اثر کرتے ہین

سی بالیدہ جو دندان پہ نظر کرتے ہین ۔۔۔ ہم آئینہ مین وہ شام و سحر کرتے ہین

جتون کو خوب چاہ کی پہچانتے نہین | پر دیکھتے ہی تیر وہ شرما گئے تو ہین
کوٹھے سے جو اتارتے ہین اپنے وہ مجھے | کچھ اونچ نیچ غیر انھین سمجھا گئے تو ہین
گو مل گئے ہین خاک مین اہل صفا مگر | جوہر مثال آئینہ دکھلا گئے تو ہین
کھائینگے اور کیا وہ مرے گھر مین آن کر | آنے کی میرے پاس قسم کھا گئے تو ہین
مین نے کہا ہی جب خفقان کا کچھ اپنے حال | یکبار سنکے وہ گھبرا گئے تو ہین
آتے ہین کیونکہ حضرت دل پھر کے دیکھیے | کوچے مین زلف یار کے تنہا گئے تو ہین
آئینگے یا نہ آئینگے یہ کسکو ہی خبر | لیکن یہان وہ آنے کو فرما گئے تو ہین

دنیا کا ہی مزا ظفر انجام کار زہر
میٹھا سمجھ کے لوگ اسے للچا گئے تو ہین

مری آنکھون سے مثل ابر جب آنسو ٹپکتے ہین | تو ہنسکر برق آسا مجھپہ وہ کیا کیا چمکتے ہین

مطلع ثانی

چمن مین جب بہار آتی ہی اور غنچے چٹکتے ہین | تو حسرت سے اسیران قفس کیا کیا پھڑکتے ہین
مجھے سمجھاتے ہین کیا ناصحو تمکو کوئی سمجھائے | نہین آتا سمجھ مین میری اتنا کیا وہ بکتے ہین
مجال گفتگو ہمکو کہان ہی اسکے رو برو سے | مگر آئینہ سان حیران سے صورت کو تکتے ہین
گیا منزل پہ سارا قافلہ اور راہ غربت مین | ہم آواز جرس کی طرح سے تنہا بھٹکتے ہین
کرے ہی گرم جوشی غیر سے جسدم وہ آتشخو | تو میرے دل مین کیا کیا شعلۂ غیرت بھڑکتے ہین

جلد دوم دیوان ظفر

ہو وہ تنہا تو کچھ کہوں مین ظفر
ساتھ انکے رقیب رہتے ہین

نہ ہم کچھ ہنسکے سیکھے ہین نہ ہم کچھ روکے سیکھے ہین	جو کچھ تھوڑا سا سیکھے ہین کسیکے ہوکے سیکھے ہین
کسیکو کیا اگرچہ انکو سیکھے ہم فن الفت	نہین سیکھے کسیکا کچھ اپنا کھوکے سیکھے ہین
نہ تھے آگاہ ہم اس کشت کاری سے محبت کی	زمین دل مین اپنے تخم الفت بوکے سیکھے ہین
بیان انداز کچھ دیکھو دل انہون نے ایک عالم کا	خدا جانے کدہر سے کس سے وہ یہ دیکھو کے سیکھے ہین
کسیکو کاہیکو آتی ہے یہ راہ و رسم جانبازی	مگر ہم زندگی سے ہاتھ اپنے دہوکے سیکھے ہین
سکھائی زلف نے ہین انکو طرزین کج ادائی کی	وہ یہ انداز سب اس کافر بدخو کے سیکھے ہین

ہمین عشق و محبت نے سکھائی نالہ و زاری
ظفر دو کام یہ ہم فیض سے ان دو کے سیکھے ہین

جب سے محبت مین تمہاری یار بیڈھنگے ہین ہم	ہوگئے سب اپنے اطوار بے ڈھنگے سے ہین
سمجھے ہین معلوم ان باتون سے ہمکو ڈھنگ اور	بولتے وہ جو دم گفتار بیڈھنگے سے ہین
اے مسیحا دم ہمین جینے کا انکے کوئی ڈھنگ	ہوگئے ایسے ترے بیمار بیڈھنگے سے ہین
رو برو ہوتے ہین تیرے لعل لب کے رنگ سے	آگے دانتون کے در شہوار بیڈھنگے سے ہین
زاہد مکار سے بہتر ہین انکے رنگ ڈھنگ	کیا ہوا ظاہر مین گر میخوار بیڈھنگے سے ہین
غمگسار بھی میرے آتے ہین انکو خوب ڈھنگ	ورنہ جتنے ہین مرے غمخوار بیڈھنگے سے ہین

مزار ہو وین جہان گلرخون کے کشتون پر
ہمیشہ پھول وہان کیونکہ ہر جگہ بکھرے ہین

ستم پسند ہی ایسا وہ خوش نظر ظالم
جو روز وار یہ دو چار بیگنہ بکھرے ہین

ظفر یہ کون کہے موے زلف مشکین کو
کہ منھ پہ یار کے اتنے یہ روسیہ بکھرے ہین

جو پہلے تھے یار اپنے اب انکو کہان ڈھونڈین
باقی ہی نشان کسکا ہم کسکا نشان ڈھونڈین

جب دم کے ٹھہرنیکا دم بھر نہ ٹھکانا ہو
نادان ہین جو رہنے کا یان اپنے مکان ڈھونڈین

سمجھین یہ اگر غافل جوینده یابنده
ہاتھ آئے وہی انکے جس شی کو یہان ڈھونڈین

اس ابروی پرخم سی تیغ ایک ہاتھ آوے
پھر پھر کے مبصر گر سارا اصفہان ڈھونڈین

گٹھری ہی گناہونکی کیا کم ہی گرانباری
جو اور زیادہ ہم کچھ بار گران ڈھونڈین

جو ابرو و مژگان ہین دل صید کرین لاکھون
وہ صید فگن ناحق کیون تیر و کمان ڈھونڈین

پیری مین ظفر بہتر ہی ہمدم دیرینہ
جو لوگ جوان ہون وہ دلدار جوان ڈھونڈین

تمھارے کچھ مریض غم نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین
پڑے بستر پہ ہین بیدم کہ کہتے ہین نہ سنتے ہین

مثال آئینہ کیا جانے کسکی دیکھ کر صورت
ہوئے یہ محو حیرت ہم نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین

او سمجھائے ہم یہ ہین طوفان کیا کیا آشنا او ہم
پڑے ہین چپ چپ ہم نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین

ہم اپنی کہہ نہین سکتے کسی کی سن نہین سکتے
ہی اب سکتہ کا سا عالم نہ کہتے ہین نہ سنتے ہین

دیگر

داغ پر داغ جو وہ دل پہ مرے دیکھتے ہیں
گھر میں کیا گھی کے چراغ آنکے ظفر جلتے ہیں

قمار عشق میں دیکھا جو کامل ہیں تو آپ ہی ہیں
کہ جان پر کھیلے آنحضرت دل میں تو آپ ہی ہیں

بزنگ شمع تم کرتے ہو میری محفل افروزی
تمھیں سے روشنی ہے زیب محفل میں تو آپ ہی ہیں

کسیکی عقل پر کرتے نہیں یہ عشق بازی ہم
جو ناداں ہیں تو آپ ہی ہیں جو عاقل ہیں تو آپ ہی ہیں

جہاں میں اور بھی ہیں خوبرو سفاک تماشا گر
اگر میری کشندہ ہیں قاتل ہیں تو آپ ہی ہیں

کسیکا دل جو لیتا ہے کوئی ہے دل دہی کرتا
مرا دل لیکے رکھتے مجھکو بیدل ہیں تو آپ ہی ہیں

کرے ہیں صید افگن ذبح پورا صید کو ہنسے
مگر ایک چھوڑ دیتے نیم بسمل ہیں تو آپ ہی ہیں

یہ رستا عشق کا ہی خضر دل کیونکر ہو تمھیں سے
کہ اس منزل میں اپنی سیر منزل ہیں تو آپ ہی ہیں

حجاب جلوۂ دیدار جانا بیخودی اپنی
نہیں پردہ کوئی حائل جو حائل ہیں تو آپ ہی ہیں

زمین سہل میں تو ہیں سبھی کچھ شعر کہہ لیتے
ظفر لکھتے غزل جو ایسی مشکل میں تو آپ ہی ہیں

ردیف الواو

بھری دماغ میں کس زلف پُرشکن کی بو
کہ خوش نہ آئی ہمیں نافۂ ختن کی بو

لگا یا ہمنے جو اس غیرت چمن کو گلے
بدن میں بس گئی نسترن و نسترن کی بو

دیگر

مطلع ثانی

دیکھ لینا ہوگی جو برپا قیامت سرو پر | جلوۂ قامت چمن میں ہمکو دکھلانے تو دو
ے سمجھانیکو آئے حضرت ناصح ہیں آج | دیکھیے کیا مجکو سمجھاتے ہیں سمجھانے تو دو
ن بہت وحشت زدے پر ایک میں اور ایک قیس | ہوگئے ہیں شہرۂ آفاق دیوانے تو دو
دسون پھر شعلہ بازی دیکھنا اس آہ کی | عشق کو دل میں ہمارے آگ بھڑکانے تو دو
چھے کیا ہوا ابھی دل سے محبت کا مزا | زخم شمشیر ستم اسکو ابھی کھانے تو دو

دیکھو اس نا قدردان کو دو نہ دل اپنا ظفر
قدر وہ دل کی تمھاری کچھ اگر جانے تو دو

شے کو مرے رکھکے نہ دیوار میں چن دو | ہوں کشتۂ قامت مجھے مینار میں چن دو
کار ہوں یارو جو کیسکو گہر اشک | بکھرے ہیں پڑے کوچۂ دلدار میں چن دو
تم دل عشاق کو جا چشم میں دینی | ان شیشونکو اس خانۂ خمار میں چن دو
لاؤں نہ کیوں رشک سے میں غیر کو مرپار | تم ہاتھ سے گل اپنے جو گلزار میں چن دو
چند خرف پارہ جو میخانہ میں ہے تو | زاہد انھیں گر باندھ لے دستار میں چن دو
نق ہیں بہت آپکے لیکن کوئی مجھسا | جب جانوں کہ تم ایک بھی دو چار میں چن دو

کرتا ہے ستارونکو جو شرمندہ تو افشان
ماتھے پہ ظفر اسکے شب تار میں چن دو

وسفر کا کچھ سر و سامان تو کرو | جاناں کہاں ہے تمکو ذرا دھیان تو کرو

کسکی ہی تصویر زلف ای دل آشفتہ روبرو
ٹھوکرون ہی مین ارادہ ہی وہ خرام ناز سی
جو مرا احوال ہی اپنی زبان سی مین کہون
اپنی آنکھون مین جگہ کیونکر تصور کو نہ دون
کس لب شیرین کا ہون یارب شہید تشنہ کام
کرتے ہو غائب مین کیون میرا گلہ تم غیر سی
تاب نظارہ کہان ہی دیدۂ پر آب کو
جب سی دل آفت جان کو دیا ای ہمنشین

روز ہی روز سیاہ و شام غربت روبرو
اسکی قامت کی جو آجای قیامت روبرو
گر بولا بیٹھی مجھے وہ وقت فرصت روبرو
رہتی ہی کسکی بدولت اسکی صورت روبرو
جو لیے حورین کھڑی این جام شربت روبرو
جو تمھین کرنی ہو کر لیجے شکایت روبرو
آنکھی جا گر چہ وہ خورشید طلعت روبرو
ہوتے سی سر پہ کھڑی روز او آفت روبرو

پیچھی سنتی انسی کیا کیا ای ظفر کہتی ہین وہ
کرتی ہین جو آکی اظہار محبت روبرو

ہو گئی تیری ہجر مین ایسی رونی کی عادت آنکھون کو
ایک گھڑی نہین آٹھ پہر مین گریہ سی فرصت آنکھون کو
روی عرق افشان پہ تیری سیراب ہو ایسا سبزۂ خط
دیکھ کی جسکو دل کو ہو ٹھنڈک اور طراوت آنکھون کو
کیون وہ ناحق مجھسی ہو برہم کیون یہ بیجا مجھسی لڑین
گر نہ سودا زلفون کو تیری گر نہ ہو وحشت آنکھون کو

جی دھڑکتا ہی نزاکت سے تمھاری دیکھو
اپنی تم گردن نازک مین نہ ہیکل ڈالو

صندلی اُسکا عرق جبین ہی سونگھا دو مجکو
نہ دواؤن مین طبیبو مری صندل ڈالو

اپنی تم جنبش ابرو نہ دکھاؤ مجکو
کشور دل مین مرے دیکھو نہ ہلچل ڈالو

جس طرح غنچے کو مل ڈالتے ہو چٹکی مین
مجکو ڈر ہی کہ یونہین دل نہ کہین مل ڈالو

کشتۂ ناز کرین شور قیامت برپا
سایۂ قامت اگر تم سر مقتل ڈالو

عشق کہتا ہی ہمین کر لو فقیرانہ لباس
تم گلے مین کفنی دوش پہ کمبل ڈالو

گردن دل مین مرے طوق گرفتاری تم
نہ بجز حلقۂ گیسوی مسلسل ڈالو

کچھو ہی ہو جا کے قدم پھر نہ ہٹے وان سے ظفر
پانون ہر کام مین تم سوچ کے اول ڈالو

سرمہ کی اپنی چشم مین تحریر کھینچلو
میرے تو قتل کو یہی شمشیر کھینچلو

گر مرغ دل کو دام مین ہو کھینچنا تمھین
دکھلا کے اپنی زلف گرہگیر کھینچلو

تم وہ نہین کہ کھینچ لو ظلم و ستم سے ہاتھ
جب تک نہ روح عاشق دلگیر کھینچلو

تم ای مصورو مری صورت کو دیکھ کر
مجنون کی کھینچتے ہو جو تصویر کھینچلو

کھینچتے ہی تیر سینہ سے جائیگا دم نکل
ایسا نہ ہو کہ تم کہین یہ تیر کھینچلو

ہی صبح کوچ حضرت دل جب تلک ہی رات
دو چار اور نالۂ شبگیر کھینچلو

منظور کھینچنا ہی گر اپنی طرف مجھے
کیون کھینچنے مین کرتے ہو تاخیر کھینچلو

دیگر

تمھین ہی عاشق ہے دل آئینا دل لگایا مشکل
کہ تم دمباز ہو جس وقت چاہو دیکھے دم لیلو

نہین ہی اعتبار انکا وہ کہکر ہین مکر جاتے
نوشتے انکے ہاتھونکے ظفر تم یکقلم لیلو

جاؤ اُس بن اگر آرام نہین تم جانو
حضرت دل ہمین کچھ کام نہین تم جانو

چھوڑتے نظرو نہین ہونگے جاتے کیسی نظر
بیٹھنا خوب لب بام نہین تم جانو

طالب بوسہ پہ کہتے ہو کہ دینگے گالی
بات تو قابل دشنام نہین تم جانو

دل تو موجود ہی کرنا ہو جو سودا منظور
گرہ زلف مین گر دام نہین تم جانو

قتل کرتا ہی ترا ناز سے کہنا ساقی
کوئی پیتے ہو پیو جام نہین تم جانو

ابتدا ہی مین ترے دھنگ جتاتے ہین ہمین
عشق کا جانتے انجام نہین تم جانو

میکشو جان جلاؤ گی کہ ساقی کے بغیر
ہی یہ آتش مئی گلفام نہین تم جانو

قاصدونکو نکرو منع نہ ہمکو بھیجو
مجھسے آن ہے خط و پیغام نہین تم جانو

تم مسلمان ہو ظفر خوب نہین عشق بتان
اور اگر یہ ہی تو اسلام نہین تم جانو

کہتا ہی کون سو ل سکان جبین نہ لو
ہر جب تلک نہ لو کہ گہوسے فرین نہ لو

سودا گلے پڑے کا نہین دل ہی سمجھے
خواہش اگر ہی لو تمھین خواہش نہین نہ لو

ڈر یہی کہ حضرت دل تم ہو مضطرب
کروٹ پر پڑے کوئی زیر زمین نہ لو

الجھے ہو تم جو حضرت دل زلف یار سے	ہو کر شکستہ خوب پریشان تو ہو
صورت جو اسکی دیکھنی منظور ہی تمہین	ای آنکھو مثل آئینہ حیران تو ہو
تم زعم مین گر اپنے فرشتہ بنے تو کیا	ای زاہدو ذرا ابھی انسان تو ہو

ایسا نہو چُرا کے وہ لیجاے ای ظفر
بنتے ہو اپنے دل کے نگہبان تو ہو

ہو رہائی یا نہو زلف دوتا سے کچھ ہی ہو	جا پھنسا دل تو بلا مین اب بلا کچھ ہی ہو
ہو گئے جس وقت ای سفاک ہم سینہ سپر	نہو نہ موڑینگے تری تیغ جفا سے کچھ ہی ہو
وہ ترش ابرو ہو یا ہو تلخ گو پر ہم کو آج	بوسہ اک لینا لب شیرین ادا سے کچھ ہی ہو
ظلم ہو یا ہو جفا اُس بیوفا کے ہاتھ سے	ہاتھ اُٹھانیکے نہین ہم تو وفا سے کچھ ہی ہو
ناصحا بک بک کے تو کیون سر پھراتا ہی عبث	دل نہین پھرنیکا یہ اُس دلربا سے کچھ ہی ہو
گرچہ دنیا کی ہوا مین ہر طرح کا ہو ضرر	لیک بچ سکتے نہین ہم اس ہوا سے کچھ ہی ہو

کوچہ دلبر مین ہم تو آج جاتے ہین ظفر
دل کو لے آتے ہین دیکر دم دلاسے کچھ ہی ہو

بانگی مخلصی ای وائے قسمت ہو تو کیونکر ہو	گر مین آلودہ عصیان ہون رحمت ہو تو کیونکر ہو

مطلع ثانی

بر شرمندگی چشم عنایت ہو تو کیونکر ہو	گر بے اشک ندامت جوش رحمت ہو تو کیونکر ہو

دیگر

بندہ پرور نہ اگر لطف زبانی کا ہمین ہو [illegible] لطف و کرم دل سے ہو

دیکھو اس عالم جہان مین [illegible] جہان

پاس غم ہے ظفر ساغر جم دل سے ہو

راہ دل کو [illegible] [illegible] فانی

قاصد اشک [illegible] دیدہ غم دل سے ہو

[illegible]

ہم جو ظالم کی ملاقات بلا سے [illegible] دل سے ہو

نہ مرا پاس کسیکو نہ کوئی میرے پاس	ہان مگر ایک جو ہو مجھسے ہم تم ہی تو ہو
کفر و دین کا مجھے بتلا دیا تمنے رستا	میرے تو راہبر دین و حرم تم ہی تو ہو
خواہ رلواؤ ہمین خواہ ہنساؤ ہمکو	کہ ہماری سبب شادی و غم تم ہی تو ہو
چرخ کو یاد نہین پہلے تو انداز ستم	اس ستمگر کو سکھاتے یہ ستم تم ہی تو ہو
جب تلک تم ہو تو ہستی ہی گئے تم تو عدم	میرے نزدیک تو ہستی و عدم تم ہی تو ہو

دم محبت کا تمھاری جو ظفر بھرتا ہی
اُسمین کیا دم تھا مگر دیگئے دم تم ہی تو ہو

اگر عمر اپنی تجھے یاد کم ہو	تو کیا دخل کچھ اُسکی میعاد کم ہو
وہ ہی جائے خوش آخر اس غمکدہ سے	جو غمگین زیادہ رہے شاد کم ہو
گھٹے نور مہ بارہا آسمان پر	پر اُسکا نہ حسن خداداد کم ہو
نہین پائدار اپنی تعمیر ہستی	کہ ٹھہرے وہ کیا جسکی بنیاد کم ہو
محبت مین فریاد دل ہی زیادہ	ستم ہی جو تاثیر فریاد کم ہو
نہ کم ہو کبھی جوشش سودا کا میرے	ہزار اب لہو میرا فصاد کم ہو

زمانے مین اُس شوخ بیداد گر سے
ظفر کس طرح داد بیداد کم ہو

دوستی مجھسے اگر تجکو صنم دل سے ہو	جو ہو قول و قسم اللہ کی قسم دل سے ہو

یہ قصہ وہ نہین جسکو قصہ خوان سے ہو [illegible]

ستاؤن درد دل اپنا تو [illegible] زبان سے ہو

[illegible]

ظفر وہ بیدردان [illegible]

[illegible]

غزل

تو نہو پہلو میں تو پھر درد و رنج سے تری
زخم کھانے میں محبت کے حلاوت آئے ہے
دل صفائی اپنی گر دکھلائے تو پھر آئینہ
ہوتی ہے تیغ محبت کی محبت سے پناہ
سود کا خواہاں ہے دل سودائے زلف یار میں
کشتی شکستہ ہے دل چین پیشانی تری
دل جگر ہمدرد ہوں جب دونوں عشق میں

بیقراری رات بھر دل کو نہو کیونکر نہو
تیر تیرا نیشکر دل کو نہو کیونکر نہو
محو حیرت دیکھ کر دل کو نہو کیونکر نہو
داغ دل منہ پر سپر دل کو نہو کیونکر نہو
بالعوض اسکے ضرر دل کو نہو کیونکر نہو
ہمسر موج خطر دل کو نہو کیونکر نہو
صدمۂ درد جگر دل کو نہو کیونکر نہو

دل سے دل کو راہ ہے راز دل دلدار سے
ہے یہ آگاہی ظفر دل کو نہو کیونکر نہو

غافلو دل بستہ دم آٹھوں پہر باندھے رہو
جلوہ گر ہے وہ تو بے پردہ پڑا ہے کیا نظر
حضرت دل باندھتے ہو گر وہ مضمون کمر
دشت کے کانٹوں سے کہتے ہیں مجھے دامن کے تار
ہے اگر منظور تمکو طائر دل اڑ نجائے
گلشن دنیا نہیں جائے قیام اے غافلو
فخر دین فخر دنیا ہے جو بس وہ فخر دین

تم رہو بیٹھے کہیں پر دہمیان اوسکا باندھے رہو
جبکہ تم غفلت کی پٹی چشم پر باندھے رہو
چلنے کو سوئے عدم اپنی کمر باندھے رہو
سر پہ تو دستار اب تم سر بسر باندھے رہو
اپنے تم تار نظر سے اسکے پر باندھے رہو
غنچہ ساں تم دوش پر رخت سفر باندھے رہو
تم ادب سے ہاتھ اپنے اے ظفر باندھے رہو

دوہا

ہمدرد و محرم و دوران ظفر

ہو نہ بغیر از مرگ شفا بیمار غم الفت کو تیرے

اسکا علاج اے رشک مسیحا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

زیر خاک بھی دل میں میرے خار محبت کھٹکے گا

بعد فنا کچھ مجھکو کھٹکا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

لکھتے ہیں وہ خط میں کچھ ایسا دیکھکے جسکو قاصد ہم

جانتے ہیں تقدیر کا لکھا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

تونے کیا خون تازہ میرا اے عربدہ گر بے جرم و خطا

ہو رہا ہے کچھ آج جو چرچا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

کیوں نہ لگا کے سینہ سے رکھیں اپنے داغ عشق کو ہم

کنج لحد میں مونس اپنا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

رکھتا جگر فولاد کا ہے یاں کون سوائے آئینہ

جائے حریف اس تیر نگہ کا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

لکھو ظفر تبدیل قوافی کرکے غزل اس بحر میں تم

لیکن ہووے ثابت ہر جا ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

کون ہے جز دل ستادہ پر فن ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

نادان دوست اور دانا دشمن ہووے نہووے تو یہ ہی ہو

تمھاری کھینچینگے تصویر ہم تصویر سے
ہمارے پاس قلم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

جو تجکو آتا ہی آ ایک دم مسیحا دم
ترے مریض مین دم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

کیا ہی عہد جو پہلے پھرین نہ وہ اُس سے
دوبارہ قول و قسم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

کمی نہ گریہ مین تو کیجو دیکھ دیدۂ تر
یہ سوز دل مرا کم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

فقط ہی چشم عنایت پہ زندگی میری
تری نگاہ کرم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

تمھارے کھوج سے آگاہ ہی دل پامال
زمین پہ نقش قدم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

تری گلی سے کہان جائے ناتوان تیرا
روانہ سوے عدم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

ہم اُس صنم کے ہین ای ظفر بلا گردان
نصیب طوف حرم ہو تو ہو نہ ہو تو نہ ہو

کہتا ہی کون تمسے کہ خنجر بکف نہو
برحق ہین جان نثار محبت تلف نہو

خاطر نشان تہ دل کی ہو ناوک نگہ کبھی
جبتک کہ تیرے تیر نگہ کا ہدف نہو

آتی ہی سینہ کوبی عاشق کی تو صدا
محفل مین اُسکے گر نہین آواز دف نہو

رکھتی ہی دل سے قصد صف جنگ چشم یار
مژگان کی کیونکہ فوج کھڑی صف بصف نہو

جبتک کہ خوب عشق مین عاشق نہو خراب
چاہیے وہ یہ کہ ہو مجھے عز و شرف نہو

بستر مین دیکھو اس سے مری چشم تر مین اشک
نازان دُر خوشاب پہ تو ای صدف نہو

اللہ ہی ہمارا طرف دار ای ظفر
گو وہ اگر نہین ہی ہماری طرف نہو

بہاؤن کیونکہ نہ آنسو کہ وہ مکدر ہی — دل اُسکا مجھسے صفا ہو نہو تو یونہین ہو

خیال زلف ترا آجا میرے سر کے ساتھ — یہ دفع سر سے بلا ہو نہو تو یونہین ہو

فنا سے چاہیے ہو جائین ہم فنا ن پہلے — نصیب ہمکو بقا ہو نہو تو یونہین ہو

عدو جو کہدے کسی حق مین کہ وہ ہو کہ نہو — کہے وہ ہوش ربا ہو نہو تو یونہین ہو

گرہ کو دل کی ہی درکار ناخن ابرو — یہ عقدہ وہ ہی کہ وا ہو نہو تو یونہین ہو

مریض عشق ترا کس طرح نہ مانگے موت — کہ جانتا ہی شفا ہو نہو تو یونہین ہو

ظفر لگائیے سینہ سے یار کی تصویر
قرار دل کو ذرا ہو نہو تو یونہین ہو

میرا شکوہ جب انھین پیش عدو آ ہی ہو — چپ ہون کیونکر مجھے بھی گفتگو جب ہی ہو

جب ہو خلوت کا مکان اور یار بھی ہو مہربان — پھر تو کہنی اپنے دل کی آرزو جب ہی ہو

اے سراپا ناز خاک کشتگان ناز پر — ہون نہون گل لیک ہو نازبو جب ہی ہو

شرط یاری ہی کرے جس جا پسینا یار کا — وہان بہانا اپنا یارو لہو جب ہی ہو

بس ہی وہ نازک نگاہ سوزن مژگان مجھے — چاک سینہ پر اگر ہو رفو جب ہی ہو

جو کرے برجا انکو دل آئے پھر نا خراب — دربدر خانہ بخانہ کو بکو جب ہی ہو

تیری محراب خم ابرو مین جو سجدہ کرے — اپنے آب دیدہ سے اسکو وضو جب ہی ہو

ذبح کرنا جسکا اے قاتل تجھے منظور ہو — زیر خنجر اسکو رکھ اپنا گلو جب ہی ہو

ٹھہرتی اُسس رخ مصفا پر اسکا تیر نگاہ سینہ سے	نہیں ہر گز نظر صفائی کے ساتھ جلے ہی کیا گذر صفائی کے ساتھ

کیا مقابل ہو خاک آئینہ
اُسکے رخ کے ظفر صفائی کے ساتھ

کیا اٹھایا قول پر اُس رونق محفل سے ہاتھ	اُسکے جھوٹے قول پر دھو بیٹھے آخر دل سے ہاتھ

مطلع ثانی

چھڑ کے بھی جاتے ہیں چھڑ سو نہیں کبھی مشکل یہ ہاتھ	بھاگ جاتے ہیں چھوڑا اگر لپنے وہ مائل سے ہاتھ
کون کہتا ہی نکر تو ذبح پر اس طرح سے	ہون یہ آلودہ ترے خون دل بسمل سے ہاتھ
چاہتا ہی جی کہ ہو جائے سبز وہ پری	کوئی آجائے عمل ایسا کسی عامل سے ہاتھ
غوطہ کھاتے بیچ ہی مین آشنائے بحر عشق	تا رگر بھی پہنچے نہ اُس ساحل تک اس ساحل سے ہاتھ
ہو نہیں سکنے کا بیمار محبت کا علاج	ای طبیب اپنا اُٹھا تدبیر لاحاصل سے ہاتھ
ہوگا خون مجنونکا دل غیرت سے مانند حنا	گر نکالا تونے لیلی پردۂ محمل سے ہاتھ
حسرت اُس بسمل پہ دامن گیر ہو جسکی قضا	اور اُسکا دور ہووے دامن قاتل سے ہاتھ

پونچھے آنسو خاکسارونکے وہ کیا جو ای ظفر
دھوئے سو سو بار گر بھر جائے عطر گل سے ہاتھ

خط اُسے جلدی مین لکھتا ہون قلم برداشتہ	جا ہوای نامہ بر تو بھی قدم برداشتہ

شمع سے پروانہ جل کر دیکھو جل جائے ہی
جسکا دل آتش کدہ ہو اُسکو آتش کے لیے

سوختہ ہونا ہو جسکو جاے سوے سوختہ
کیون ہو حقیقی کی تلاش اور تجسّے سوختہ

عاشق دل سوختہ چپ ہی رہے تو خوب ہی
کون سنتا ہی ظفر ورنہ ہا کو ہوے سوختہ

خجل ہی دیکھ کے ابرو ہلال کیسا کچھ
فلک کے ہمنے ستارے تو کر لیے معلوم

ابھی سے جانو کہ ہوگا جمال کیسا کچھ
کھلا نہ یہ کہ ہی اُس رخ کا خال کیسا کچھ

جو دوست تھے وہ ہین دشمن عجب تماشا ہی
ہوا ہی دیکھو زمانے کا حال کیسا کچھ

کے زوال سے جانو کمال کو میرے
زوال یہ ہی تو ہوگا کمال کیسا کچھ

ہوئے کیونکہ گرفتار تار تار مین دل
بچھایا زلف نے ہی اُسکے جال کیسا کچھ

نہ آنے بہر عیادت جو وہ مسیحا دم
تو ہو مریض کو اُسکے ملال کیسا کچھ

ظفر نکالے فلک نے جو کجروی کے ڈھنگ
تو اک زمانہ ہوا پائمال کیسا کچھ

ہی جہان مین خواہش نام و نشان بیفایدہ
سینہ کاوی ہی نگین کی طرح یا بیفایدہ

مسکن اس بحر فنا مین کر نہ مانند حباب
ڈال پانی پر نہ بنیاد مکان بیفایدہ

چین دے کسکو فلک وہ آپ ہی چکر مین ہی
ہی ہوس راحت کی زیر آسمان بیفایدہ

دیکھ غنچہ کو ہی آخر مثل گل ثمرہ گی
پیر پر ہنستا ہی تو کیا اے جوان بیفایدہ

مطلع ثانی

تیری صحبت خوش آئے کیونکہ انھین	اُن کی صحبت کا اور ہی نقشہ
دل تو کیا جان تک بھی دین تجکو	اپنی ہمت کا اور ہی نقشہ
جائے تبرید سے تپ غم کیا	اُس حرارت کا اور ہی نقشہ
ہی قیامت سے اُسکو کیا نسبت	تیری قامت کا اور ہی نقشہ
سیدھی باتون پہ ٹیڑھے ہو جانا	اُسکی خصلت کا اور ہی نقشہ
تیری ان سرد مہریون پر بھی	سوزِ الفت کا اور ہی نقشہ
جانے کیا بو الہوس حقیقت عشق	اُس حقیقت کا اور ہی نقشہ
کیونکہ جان بر ہو درد سے ترا	دردِ فرقت کا اور ہی نقشہ
تھا تو مجنون کو بھی جنون لیکن	میری وحشت کا اور ہی نقشہ
نقش جب لکھتے ہین عبث احباب	کہ محبت کا اور ہی نقشہ
جیسے دیکھا ہی تجکو آئینہ رو	اپنی حیرت کا اور ہی نقشہ
کھنچے صورت نہ اُسکی صورت گر	اُسکی صورت کا اور ہی نقشہ
کرے جراح چارہ کس کس کا	ہر جراحت کا اور ہی نقشہ

اے ظفر ہے جہان مین خلق کہان
اپنی خلقت کا اور ہی نقشہ

کعبہ عجب تیرے روئے جبین کا ہی نقشہ	وہ مہر کا ہی یہ ماہ مبین کا ہی نقشہ

پھرتا آوارہ ہوں پیچھے کسی ہرجائی کے
ٹھہرے کس طرح ظفر میرا قدم ایک جگہ

قلم سے خال نہ نوک قلم نکال کے لکھ
جگر سے آہ دلا و مہدم نکال کے لکھ

جواب نامہ ہمارا ہمارے قاصد پر
نہ آنکھیں غصہ سوا ہی پر ستم نکال کے لکھ

نگاہ دلکو وہی جیاؤ ٹھائے جانسے ہاتھ
کفن پہ میرے یہ تو میرا دم نکال کے لکھ

کبھی تو رقعہ طلب میں مری خدا کے لیے
کوئی ملاپ کا رستہ صنم نکال کے لکھ

سکے ہی کون کہ خط اوسکو تو نہ لکھوا اے دل
پر اپنا حد سے نہ باہر قدم نکال کے لکھ

طبیب میرے لیے بھی کتاب میں سے تو
کوئی تو نسخہ آزار غم نکال کے لکھ

پڑھے وہ دلبر تو خط ظفر خوشی سے خط
کچھ ایسی تو نئی طرز رقم نکال کے لکھ

اوسکے کوچے میں کہاں ایسے ٹھکانے کی جگہ
کہ جہاں ہمکو ملے آنکھ ملانے کی جگہ

آئینہ کو تم اگر منھ نہ چڑھاؤ اپنے
تو نہو اسکو کہیں منھ بھی دکھانے کی جگہ

نقش پر آب ہے ہستی کی نہیں کچھ بنیاد
اے حباب اسپہ کہاں گھر کے بنانے کی جگہ

دل پہ گر زخم نہو کوئی تو کیا ہو معلوم
کہ یہ ہے ناوک جاناں کی نشانے کی جگہ

کیا کریں جائیں اگر آپ نہ ہم یار کے گھر
گھر میں جب اپنے نہو اوسکے بلانے کی جگہ

تجھے اے شمع ہوا سر کے کٹانے میں فروغ
ہائے شادی ہے نہیں اشک بہانے کی جگہ

دور سے بھی جسکی صورت دیکھنے پائے نہ ہم | یہ تماشا ہی کہ ہو اُسکا مقرب آئینہ

دیکھیے ہوتی ہی کیا کیا ہمکو حیرانی ظفر
منہ لگا ہی اُس پری پیکر سے بیٹھے بے سبب آئینہ

کب کہا مین نے کہ تو مجھکو بھی اُلفت سے نہ دیکھ | دیکھ پر میری طرف چشم عداوت سے نہ دیکھ

مطلع ثانی

جو کہ ہو تجھسے سوا تو اُسے حسرت سے نہ دیکھ | اور جو تجھسے ہو کم اُسکو حقارت سے نہ دیکھ
وہ تو دکھلاتا ہی ہر رنگ مین تجکو جلوہ | خواہ تو دیکھ اُسے خواہ تو غفلت سے نہ دیکھ
دیکھ آئینہ صفت ساتھ صفائی کے ہمین | روش کینہ و آئین کدورت سے نہ دیکھ
دیکھون کیا گلشن ہستی کو کہ ہی خزان | تو بہار اسکی بہت بیٹھکے فرصت سے نہ دیکھ
دیکھکر تو مری تصویر مٹاتا کیون ہے | تجکو بیزاری اگر ہی مری صورت سے نہ دیکھ
فال کیا دیکھتا ہی تو کہ تری فال کو | نہین جیسے کی زیادہ تجھے قسمت سے نہ دیکھ
زال دنیا تجھے سو جلوے سے عروسانہ دکھائے | ہی جو مرد اگر تو اُسے رغبت سے نہ دیکھ

حسن ظفر قافیہ مصرع طرحی مین غزل
میری جانب کو ذرا چشم حقارت سے نہ دیکھ

کون کہتا ہی کہ شوخی و شرارت سے نہ دیکھ | دل کو لیکن نظر دزدی و غارت سے نہ دیکھ
دیکھ تو ہمت عالی سے بشر کا رتبہ | مرتبہ اسکا بلندی عمارت سے نہ دیکھ

سوو ہے راتدن بہنے لگی نمدیدہ آنکھ	کیون لگائی ہمنے اوس سے ایدل شوریدہ آنکھ
بین بھی دیکھنے پائے نہ اُس ہوش کو ہم	کُھل گئی یکبارگی ای طالع خوابیدہ آنکھ
پے دل کو چرا کر رہ گئے سب دیکھتے	کیا بلا ہی دزد ای کافر تری دزدیدہ آنکھ
ہی رنجش کے سوا ہی کیا لڑائی مین جھول	تجھسے لڑکر دلکو کرتی ہی مری رنجیدہ آنکھ
یسے نافہمون کو دنیا اپنے دکھلایا کرے	دیکھتے ہین کب اُٹھا کر مردم سنجیدہ آنکھ
ہتا ہی شوق نظارہ مرا اے نامہ بر	خط کے سر نامے پہ جاے مہر ہو چسپیدہ آنکھ
دل شامت زدہ یہ حلقہ مو مت سمجھ	تجکو دکھلاتا ہی اُسکا طرہ پیچیدہ آنکھ
ی تجکو نہ لگ جائے نظر ڈرتا ہی جی	ڈالتا ہی تجھپہ مثل مردم نادیدہ آنکھ

اللہ اللہ جلوۂ حسن و جمال فخر دین
ہو اوسی پر ای ظفر گردیدہ دل گرویدہ آنکھ

ردیف الیاء التحتانیہ

ے پا جو تری دیکھ اے صنم لیتے	تو پائین باغ مین جھک جھک کے گل قدم لیتے

مطلع ثانی

وہ نام ہمارا نہ دمبدم لیتے	تو اُنکا کیا ہو نہین مطلب سمجھ نہ ہم لیتے
لوان ہین کہ چڑھتا ہی اُنکا ضعف سے دم	جو سانس بھی ہین تمھارے مریض غم لیتے

کیا زمین دلکش ہی کوچہ کی ترے اٹھے نہ پھر	جو مثال نقش پا وان بیٹھے جم کے آدمی
دام ہی اسواسطے ہوں جانور اپنا اسیر	پھنستے ہین پھندے مین زلف خم بخم کے آدمی
جو گیا پھر کر نہ آیا اور کس سے پوچھیے	رہتے ہین کس حال مین ملک عدم کے آدمی
ہی عبث کوشش فروغ انساں کا ہی قسمت کا تو	جب تلک طالع نہ چمکا سے نہ چمکے آدمی
ای ہریرہ ہوا اگر آگاہ تو آجاسے پھر	کیون فریبو نہین ترے قول و قسم کے آدمی

عشق کا کب بوجھ اٹھتا ہی فرشتون سے ظفر
ہین اٹھانے والے اس بار الم کے آدمی

شوخ چشمے خوش نگاہے بیوفائے بدگمانے	دل فریبے دل نوازے دلربائے دلستانے
مست نازے فتنہ سازے تندخوے جنگ جوے	ظلم کیشے ظلم کوشے ظلم خواہے ظلم رانے
کج کلاہے کج ادائے پر فریبے پر دغائے	بد طریقے بد شعارے بد مزاجے بد زبانے
چشم میگون میفروشے پرنگاہے بادہ نوشے	خط عارض سبزہ زارے روے گلگون گلستانے
خوش نگارے خوبروے بذلہ سنجے نغز گوے	ہوشیارے حرف گیرے نکتہ طبعے نکتہ دانے
خود پرستے خودنمائے خود پسندے خود ستائے	خود سرے نا آشنائے سرکشے نامہربانے

ہم ظفر ہین اسپہ مفتون خوار و رسوا زار و محزون
دو یہ جانے یا خدا جانے وہ یہ جانے یا نجانے

کیا کہون گریہ جو کچھ چشم پر آہ دل بنی	دیکھنے سے ہاتھ دھونے پڑی مشکل بنی

کہوں سو بار دل کو میں اگر ملنے کہا میرا
جو ملنے ہی نہیں تو پر کہو کسکی بلا کہوے

جو زخمی ہووے تیغ عشق کا پیکو غضب ہے
لب ہر زخم سے قاتل کو اپنے مرحبا کہوے

ستاروں کی طرح سے تو بھی کاٹے رات آنکھوں میں
ظفر اپنی کہانی تجھ سے گر اپنی مہ لقا کہوے

نہ تو پی بنگ کبھی ہمنے نہ بیہوش ہوئے
سبزہ رنگوں کی نگاہوں ہی سے بیہوش ہوئے

اٹھ گیا کون سا اس بزم سے میکش ساقی
جسکے ماتم میں یہ بادل ہیں سیہ پوش ہوئے

عہد و پیمان تجھے سے ساتھ ہمارے کیا کیا
ہو گیا کیا کہ جو سب تمکو فراموش ہوئے

دل گرفتہ کوئی کیا مجھ سا چمن میں آیا
کہ جسے غنچۂ گل دیکھ کے خاموش ہوئے

گئے آغوش لحد میں ہم اسی حسرت سے
کہ کبھی ہمسے نہ تم آکے ہم آغوش ہوئے

گئے اس منزل ہستی سے بآرام وہی
جو کہ بار غم دنیا سے سبکدوش ہوئے

نکلے اشک آنکھوں سے اور سینہ سے بھر کے نالے
دل میں پیدا جو محبت کے ظفر جوش ہوئے

جب سنی بات تری رشک قمر اور سنی
شام کو اور سنی وقت سحر اور سنی

نہ سنا ہمنے کسی بات پہ حرف تحسین
منہ سے گالی ترے ہاں کوئی مگر اور سنی

نہیں تحقیق کہ ہے کیا ترے بیمار کا حال
کل خبر اور سنی آج خبر اور سنی

دیکھیے حال جو ہوتا مگر اُس ظالم نے
اک ذرا میری نہ فریاد جگر اور سنی

ردیف واو دیوان ظفر

مطلع ثانی

مطلع ثالث

تری تیغ نگہ کے سامنے ہی کون آ سکتا
وہی آویگا قاتل موت جسکی آئی ہوئیگی

جو اتنا گرم ہو کر آج تو ای شعلہ خو آیا
ہوا اثر ہوں نہ تیرے آگ کچھ بھڑکائی ہوئیگی

سبب غافل ہو جو آتش دیسے مجھ تک آیگا
چلیں یہ دیکھ کر تیرے زمیں ٹھہرائی ہوئیگی

عدو کے ہاتھ سے گر ساغر وہاں پیئے گا تو
تو بس سمجھو بیان بھی افیون کھائی ہوئیگی

دکھاتا ہی رہیگا وہ تو اپنے ہر طرح جلوہ
ظفر دیکھے گا پردہ ہی جسے بینائی ہوویگی

زیادہ غیر سے جب دم ترے تپاک ہوئے
ہم آتش تپ حسرت سے جل کے خاک ہوئے

تمھاری موج تبسم کے ایک خنجر سے
ہزاروں غنچے گلستاں میں سینہ چاک ہوئے

خدا ہی جانے کہ یہیں دل بتو نکلے کیا پتھر
کہ تجھ سے موم نہ ای آہ دردناک ہوئے

لگی رہی ہی انگور سے جو اپنی تاک
تو بعد مرگ بھی ہم دفن زیر تاک ہوئے

عجب طرح کا طبیبو مرض یہ ہی مہلک
کہ جو مریض محبت ہوئے ہلاک ہوئے

جنھوں کے دل رہے آلودگی میں دنیا کے
ہوئی طہارت ظاہر تو کیا وہ پاک ہوئے

بڑے سے تھے عشق میں فرہاد و قیس مرد نبرد
گریز پا وہ ظفر سنکے تیری دھاک ہوئے

ملائے خاک میں گر وہ ستم شعار مجھے
بلا سے سمجھے مگر اپنا خاکسار مجھے

وہ گرچہ دشمن صبر و قرار ہی لیکن
نہ دیکھوں جب تلک اسکو نہیں قرار مجھے

فلد

فلک پر ماہ گرچہ آنکو چمکاتا پھرتا ہے
مگر اس مہ جبین کے گرد چکر کھاتا پھرتا ہے

خبر ہے یا نہیں تجکو کہ ہر شب تیرے کوچے مین
کوئی دیوار و در سے اپنا سر ٹکراتا پھرتا ہے

بہانے سے صبا گلگشت کے وہ غیرت گلشن
بہار اپنی گلونکو باغ مین دکھلاتا پھرتا ہے

نہین اپنی خبر بھی مجکو اور وہ مجسے کہتا ہے
خبر یا اپنی بھی تو جا بجا بہکا پھرتا ہے

قیامت قتل گہ ہین کیونکہ ای قاتل نہ برپا ہو
کہ لاشین اپنے مقتولون کی تو ٹھکراتا پھرتا ہے

ترے کوچے کو ای رشک چمن گلزار کر دیکھا
کہ عاشق چشم تر سے اپنے خون برساتا پھرتا ہے

تسلی دے رہے کیا مجھکو ابھی ہو رہ جو آتا ہے
تو میری طرح تو بھی ہمنشین گھبراتا پھرتا ہے

لگایا عطر تو نے غیر کو یان ہمنے بو پائی
وہ تیری اس لگاوٹ پر بہت اتراتا پھرتا ہے

نہین دل یار کے پھرتا اگرچہ ناصحا مشفق
پھرے ہے ساتھ میرے او مجھے سمجھاتا پھرتا ہے

بلا ہی فتنہ گر ہی شوخ چشم سرمہ سا تیری
کہ جسکی دیکھکر گردش فلک چکراتا پھرتا ہے

اُلجھکر پھر سلجھنا دیکھو اس کافر کا ہی مشکل
ظفر زلف بتان مین دل کو کیوں اُلجھاتا پھرتا ہے

اشک خون بہہ کر جو مژگان تر سے تیرے چلے
سیکڑون نالے مرے خون جگر سے تیرے چلے

خط حرا بہو تجا رسید آئی مگر ہی یہ خطر
ذکر کچھ بیدرد عمر کو ان نامہ بر سے تیرے چلے

گر کسیکے قتل پر تمنے کمر باندھی نہ تھی
باندھکر تلوار کیون اپنی کمر سے تیرے چلے

کو نچے کٹواتے اگر اس کوچے مین رکھتے قدم
سر کٹانے کی ہوس تھی ہم جو سر سے تیرے چلے

ہاتھ آئے جو عاشق کو ترے دولت کونین
یکمشت گھٹا سے اسے یکمشت اُٹھائے

اس قاتل سفاک نے آفاق مین کیا کیا
ہنگامے نہ ہنگام زد و کشت اُٹھائے

انگشت نما ضعف سے ہون مثل مہ نو
ایک خلق ہی میری طرف انگشت اُٹھائے

اے دل تری بس دیکھی رفاقت کہ ابھی سے
تو نے تو قدم اتنے مین چل ہشت اُٹھائے

تھا موتیونکا ڈھیر جو اشکون سے ہمارے
نیسان نے اُنہین سے کئی مشت اُٹھائے

جو بار امانت کہ ہی انسان نے اُٹھایا
کیا تاب فلک کو کہ یہ نہ پشت اُٹھائے

اسلام عجم مین **ظفر** آیا تھا عرب سے
اسواسطے تا مذہب زرتشت اُٹھائے

روئے کب آ ہو نگہ کب اپنے آنسو پی گئے
کب بہا چشمون سے پانی اور کب آ ہو پی گئے

مطلع ثانی

خون مرا کیون اُس بت کافر کے گیسو پی گئے
کچھ یہ گنگا جل نہ تھا جو اُسکو ہندو پی گئے

ایکدو ساغر سے کیا ہوتا ہی ہم تو خم کے خم
بیٹھکر ساقی کے سب زانو بزانو پی گئے

بوسہ ابرو جو مانگا آگیا غصہ اُنھین
پر وہ کچھ تھوڑی سی ہو کر چین برابرو پی گئے

ہاتھ سے گر غیر کے تو نے پیا جام شراب
ہم پیالہ زہر کا سن لیجیو تو پی گئے

تیری آب تیغ ہی عشاق کو آبحیات
جی گئے وہ اسکو جو اے عربدہ جو پی گئے

بے نشہ تو ایکدن بھی ہم نہ اے ساقی رہے
مے نہین تو بنگ ہی دو چار چلو پی گئے

…سے خون شفق مین غرق ہی کیون نہ ہو
…یا دے بھر کے تو جام شراب آتشین

دیکھ پایا کیا کہین تیرا لب پان خوردہ ہی
اب بھی میرا علاج خاطر افسردہ ہی

رکھدیا سر زیر تیغ یار تونے ای ظفر
آفرین شاباش تیرا واہ کیا دل گردہ ہی

…ندہ ای بت بھر تیرے در سے پھرے
ترا مریض محبت خدا کے گھر سے پھرے

…تو پھیرے جو مجھ سے تو پھر گلے پہ مرے
نہ کیونکہ خنجر بران تری نظر سے پھرے

…افران عدم کا کھلا نہ حال افسوس
کہ جو ادھر سے گئے پھر نہ وہ ادھر سے پھرے

…سے جو منھ پہ دم گریہ ابر دریا بار
بہا بہا وہ مرے اشک چشم تر سے پھرے

…میں صائب زر ہو ہزار چون خورشید
مگر تلاش ہی مین شام تک سحر سے پھرے

…پھرتے عہد محبت سے وہ کبھی لیکن
ہمارے طالع برگشتہ کے اثر سے پھرے

…ون پھیرے کوئی عمر رفتہ کو کیونکر
کہ وہ نہ علم و ہنر اور نہ زور و زر سے پھرے

…پھیرے چشم سے منھ یا غضب سے پھیرے آنکھ
نگہ نہ دل کبھی اُس شوخ عشوہ گر سے پھرے

تمھاری بات کا کیا کوئی اعتبار کرے
کہ قول دیکے کئی بار تم ظفر سے پھرے

…بلوہ کسکا مثل آفتاب آنکھون کے آگے ہی
وفور اشک سے جو ایک حجاب آنکھون کے آگے ہی

…سو مین ترے ای رشک گل رخ کتابی کے
ہمیشہ اک گلستان کی کتاب آنکھون کے آگے ہی

ظفر اُس چشم وحشی مین نہین تحریر سرمہ کی
اس آہو کے گلے مین پالہنگ لاجوردی ہی

عیش سے گذری کہ غم کے ساتھ اچھی نبھ گئی
نبھ گئی جو اُس صنم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

دوستی اُس دشمن جان سے نبھا ہی تو سہی
گو نبھی ظلم و ستم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

خوب گذری گرچہ اوروں کی نشاط عیش مین
اپنی بھی رنج و الم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

ہمکو تھا منظور اپنی خاکساری کا نباہ
بارے اُس خاک قدم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

جو زبان پر آگئی آیا دل پہ نقش اُسنے کیا
لوح کی صحبت قلم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

بوے گل کیا رہ کے کرتی گل نے رہ کر کیا کیا
وہ نسیم صبحدم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

شکر صد شکر اپنے منہ سے جو نکالی ہم نے بات
اے ظفر اُسکے کرم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

خط مین بہت سی اُسنے بیان چھپین لکھی
ہر بات اک چھپی ہوئی ابتک نہین لکھی

گردرخ اُس حسین کے خوبی نے حسن کی
کیا خوب خط خوب سے حسین حسین لکھی

ثابت ہو جب خطا مری اور ہاتھ ہون قلم
خط مین اگر ہو مین نے شکایت کہین لکھی

ہوتا اسیکا صفحہ ہستی پہ ہی ظہور
جو کچھ کہ سرنوشت مین مثل نگین لکھی

میری دوا تو شربت دیدار یار ہی
نسخہ مین کیون طبیب نے سرکنگبین لکھی

لکھا جو اُسنے خط مین کسو کے مجھے سلام
سو بندگی رقیب کو بھی ہمنشین لکھی

مطلع ثانی

مطلع ثالث

گاہ خوشی ہین گاہ خفا ہین گاہ مکدر گاہ صفا

گاہ جدا ہین گاہ ہبسم یہ کسیکے ہوئے اور کسیکے ہونگے

کرتے ہین بظاہر لطف و عنایت منھ سے کہین یہ میٹھے نہایت

دل مین بھرا ہی اُنکے ستم یہ کسیکے ہوئے اور کسیکے ہونگے

قول و قسم سب انکے غلط ہین اپنی غرض کے یار فقط ہین

جانتے ہین خوب انکو ہم یہ کسیکے ہوئے اور کسیکے ہونگے

کتنے ہین انکے مریض ہجران مرگئے آہ بغیر از درمان

چارہ ساز عیسی دم یہ کسیکے ہوئے اور کسیکے ہونگے

کس سے انھون نے مہر و وفا کی جس سے لیا دل اُس سے دغا کی

ایسے ہو کیا امید کرم یہ کسیکے ہوئے اور کسیکے ہونگے

انکو کسکا پاس محبت یہ کیا جانے طرز مروت

اُنکی نہ بھر لیے چاہ کا دم یہ کسیکے ہوئے اور کسیکے ہونگے

کشتہ اگر ہو تیغ جفا سے کوئی انھین کیا انکی بلا سے

انکو ظفر ہی کسکا غم یہ کسیکے ہوئے اور کسیکے ہونگے

اس میکدہ مین کیا خوش ہیکر شراب ہوگئے	تم ای شراب خوار و دیکھو خراب ہوگئے

مطلع ثانی

دیکھنا دل کیا قیامت پر قیامت لائیگا
لیکے محشر میں جو ہم ساتھ اس بلا کو جائینگے

قتل سے عشاق کے کس واسطے ڈرتے ہو تم
آپ سے کیا مانگنے وہ خون بہا کو جائینگے

نسخۂ اکسیر کو خاکساری سے نہ دیا
کیا غرض جو ڈھونڈھنے وہ کیمیا کو جائینگے

گل گریبان چاک کر ڈالینگے جس دم اے صبا
وہ چمن میں کھول کر بند قبا کو جائینگے

جائینگے گر ناصح مشفق تیرے مشتاق کے پاس
پوچھنا سمجھا کے کیا اس مبتلا کو جائینگے

ہم جو کعبہ جائینگے تو واں سے ہوکر اے ظفر
پھر مدینہ کو نجف کو کربلا کو جائینگے

آئینہ سے یوں نہیں تیری آنکھ گر لگ جائیگی
دیکھنا پھر تجھکو تیری بھی نظر لگ جائیگی

آج بھی آئیگا تو یا پھر وہی کل کی طرح
پاؤں نہیں منصفی تیرے اے فتنہ گر لگ جائیگی

ہے پری اُس زلف کی سرکار اپنی جنس دل
گر لگا دیگا کوئی آشفتہ سر لگ جائیگی

جینے دینیکا نہیں یاں اضطراب دل مجھے
دیر گر تجکو وہاں اے نامہ بر لگ جائیگی

تم جو پوچھوگے کسی سے کوچۂ دلدار میں
ہمنشینو کچھ نہ کچھ دل کی خبر لگ جائیگی

کیوں لگاتے دل کسی سے ہم اگر یہ جانتے
جان کے پیچھے بلا ایک اس قدر لگ جائیگی

گر یہی ہے آہ آتشبار تو جا سے شفق
خیمۂ افلاک کو آگ اے ظفر لگ جائیگی

گفتگو ہونے وہاں آٹھو پہر لگ جائیگی
دل خبردار ہو یہ آج خبر اور لگی

بن گیا اتنا تصور گر مصور دیکھنا	یار کی تصویر ایک پیش نظر بنجائیگی

دیکھو مانو دختر رز کو لگاؤ تم نہ منھ
یہ پڑیگی جب گلے مشکل ظفر بنجاے گی

تنہا کبھی جو اُنسے ملاقات ہوے گی	باتین بھی ہونگی اور کبھی کچھ بات ہوئیگی
مہمان بلا کے غم کو کیا واے گھر تباہ	ایسی بھی کم کسیکی مدارات ہوئیگی
اُنکا خاک ہو سکے بھی دامن اُسکا ہاتھ	قسمت تو اپنی ساتھ ہی ہیہات ہوئیگی
برسینگے اشک یونہین جو آنکھون سے متصل	بارہ مہینہ ملک مین برسات ہوئیگی
خط غیر کا چھپایا جو اسنے تو کھل گیا	کچھ خط کے ساتھ اور بھی سوغات ہوئیگی
ہونگے جہان مین یونتو طرحدار اور بھی	لیکن یہ چھب کہان یہ کہان گات ہوئیگی
ہوتی نصیب سے ہی میسر شب وصال	جب تک نہ دن پھرینگے نہ وہ رات ہوئیگی
نکلینگے خانقاہ سے جس وقت پھر وہی	ہم ہونگے رند ہونگے خرابات ہوئیگی

چھپ چھپ کے رات کا نہین جانا یہ بے سبب
تمنے ظفر لگائی کہین گھات ہوے گی

صلح کی ٹھہرا یے ابتو لڑائی ہو چکی	ہو چکی صاحب محبت آزمائی ہو چکی
میرے گریہ نے نہ دھویا یار کے دل کا غبار	ہے زیادہ تر کدورت اب صفائی ہو چکی
جسطرح اے دل پھنسا تو جا کے زلف یار مین	تجکو اس دام بلا سے اب رہائی ہو چکی

جو مست سرکشی سے بہکر خراب ہون گے	مستی مین آپ ہی وہ اپنے خراب ہون گے

مطلع ثانی

گر ہم فغان جو ہم ہمہ پر آب ہون گے	ہو وینگے دشت دریا دریا پایاب ہون گے
گل ہین اس تمہارے رخسار آتشین سے کے	گلشن مین گل ہزارون گل کر گلاب ہون گے
غفلت سے آنکھ تیری جسدم کھلیگی غافل	جتنے ہین یہ تماشے دنیا کے خواب ہون گے
ہوتے یہ سانس ٹھنڈی ہم سا نہ کہنے	گر جانتے وہ ہم پر گرم عتاب ہون گے
ہو سوز عشق سے وہ دل پر بہار گرمی	دیکھین گے گر نمک دل جل کر کباب ہون گے

جب سے ظفر تمہارے سبکی زبان ہی چلتی
جب تم جواب دوگے سب بے جواب ہون گے

اُس نگاہ مست سے کچھ ایسی ستی لگ گئی	چھٹ گئی پرہیزگاری مے پرستی لگ گئی
گر پڑے فوارہ سرکش نہ کیونکر ہو کے بل	ہی بلندی کے عزیزو ساتھ پستی لگ گئی
آگیا اُس ابروے پیوستہ کا جسدم خیال	دل پہ میرے ایک تیغ دو دستی لگ گئی
اک نگہ پر لے لیا ہی مول تو نے میرا دل	دیکھو تیرے ہاتھ یہ کیا جنس سستی لگ گئی
کھول دی اُسنے عرق افشان جو وہ زلف دراز	کیا زمین سے جھوم کر بدلی برستی لگ گئی
بھاگا مجنون دشت کو طعنہ زنی سے خلق کے	کیا کرے وہ پیچھے اُسکے ساری بستی لگ گئی
اُسنے ہنس ہنس کر گذاری عمر غفلت مین ظفر	مثل گل جسکو ہوای باغ ہستی لگ گئی

مارا قاتل نے ہمین کو سب سے پہلے ای ظفر
اسکے سربازون مین بارے اپنی عزت رہ گئی

دھیان پر جسکے تیری زلف دوتا چڑھ جائیگی	لہر کالے کی ہے اُسکو ایک بلا چڑھ جائیگی
ہم سوال بوسہ پر چڑھتے نہ منھ گر جانتے	تیوری یون تیری ای کافر ادا چڑھ جائیگی
تو چلے گی دشت وحشت مین ہمارے ساتھ کیا	دو قدم مین سانس تیری ای صبا چڑھ جائیگی
ات سکے آنے پہ تیرے کیا کرون تکرار مین	ضد تجھے تو اور بھی ای بے لقا چڑھ جائیگی
ی سکے نہین ہم بخت زر کو دیکھنا	جب وہ قابو پر ہمارے ساقیا چڑھ جائیگی
زخم دل پر میرے یہ زہر کی ای چارہ گر	چڑھ چکی ہی بارہا اور بارہا چڑھ جائیگی

دھیر تک اپنے جو آئیگا ظفر وہ شہسوار
باد کے گھوڑے پہ خاک اپنی سوا چڑھ جائیگی

بروکی تیرے بات ذرا چل سکے تھم گئی	تلوار آج ہوش ربا چل کے تھم گئی
بحر جہان مین کچھ نہ چلی کشتی حباب	تھوڑی سی دور یہ تو دلا چل کے تھم گئی
قاتل چلی تھی حلق پہ میرے ذرا چھری	تو نے جو ہاتھ تھام لیا چل کے تھم گئی
لیا چلے گی خاک کہ اندھی تھی میرے ساتھ	دشت جنون مین باد صبا چل کے تھم گئی
ی کچھ سبب کہ اب تلک آئی نہین اجل	یا تو ابھی چلی نہین یا چل کے تھم گئی
تن سے نکل چلی تھی مری جان ناتوان	بے غصا سے آہ رسا چل کے تھم گئی

چڑھ جائیں نظر اپنی گر اُسکے دُر دندان
اشکوں کی طرح گوہر آنکھوں سے گرا دیجے

جب اُن کے ساتھ اپنی جائے یہ رفیق پنہا
کیونکر غم جاناں کو پھر دل میں بجا دیجے

نرگس کو بہت تمسے ہے دعوی ہمچشمی
یکبار اسے آنکھیں گلشن میں دکھا دیجے

صورت کے دکھانے میں اُٹھتا ہے اگر پردہ
تو پردہ ہی میں اپنی آواز سنا دیجے

پھر کاٹنے سے غیر دن کے تم آگ نہو پھر
گر ہمکو جلاتا ہے تو یوں نہیں جلا دیجے

زخموں پہ مرے دل کے کیجے نمک افشانی
الفت کا مزا اُسکو ہاں کچھ تو چکھا دیجے

تو بھی نہ ہلے ہرگز وہ غیر کے پہلو سے
نالوں سے **ظفر** اپنے گر عرش ہلا دیجے

کب تصور سے تری تصویر بن دیکھے کھچے
پر محبت میں ہے یہ تاثیر بن دیکھے کھچے

کھچتے ہیں اُس سے کہ جسکی دیکھتے ہیں کچھ خطا
مجھ سے کیا جانے وہ کیوں تقصیر بن دیکھے کھچے

صورت اپنی وہ جو دکھلا دے تو پھر کیا حال ہو
جیسے یاروں میں بہم شمشیر بن دیکھے کھچے

قصر جنت جسکو کہتے ہیں وہ ہے ای حور وش
تیرے گھر کے نقشہ تعمیر بن دیکھے کھچے

دیکھ کر اُسکو ہے جان کے دینے میں دیر
کچھ کھچے غرصہ تو ای تقدیر بن دیکھے کھچے

صید دل میرا کماندارو نے دیکھا بھی نہیں
ہیں کمانوں میں ہزاروں تیر بن دیکھے کھچے

دیکھ کر ذلت جو کھینچا ہاتھ دنیا سے تو کیا
ای **ظفر** کچھ ایسی ہو تدبیر بن دیکھے کھچے

کیا خالی دل بھرا ہوا خالی کر اور بھی
[illegible] ڈال دی

مانی دکھلا کے اپنا مرقع خجل ہوا
جب زلف یار سامنے تیری تصویر ڈال دی

کیونکر ہوا اثر دل عالم مین ای ظفر
از بسکہ سخن مین عشق نے تاثیر ڈال دی

دیگر

[illegible]

تماشا اور ہی کچھ ہمنے دیکھا ساغر دل مین
ظفر کیا دخل کیفیت کو اُسکی جام جم ہو یکے

مکدر ہو جیے کیون او رصفائی سوچکر کیجے
اگر پہلے ہی اُن سے آشنائی سوچکر کیجے

نہو قدرت خدا کی جس مین کوئی بیٹھا ن تیسا
صنم خانہ مین پر سیر خدائی سوچکر کیجے

کیے سیدھے ہزارون تیر ٹیڑھے بانکے ترچھے کرونے
اگر کیجے بیان کچھ کج ادائی سوچکر کیجے

کہان پرواز کی طاقت نہین ہین بال و پر ثابت
قفس مین کیا تمنائے رہائی سوچکر کیجے

گرہ زلفون کی اپنی کھولتے مین اُن سے کہا ہے
مرے دل کی بھی کچھ عقدہ کشائی سوچکر کیجے

لگایا پانو کو جو ہاتھ تو جھنجلا کے یون بولے
کہ ہاتھ اودون کے بھی مین ہاتھا پائی سوچکر کیجے

نہین ہی سب نے تامل خوب کوئی کام دنیا مین
ظفر کیجے بھلائی یا برائی سوچکر کیجے

دل پر بلائے زلف گرہ گیر ڈال دی
تونے مصیبت ای مری تقدیر ڈال دی

جب دو برو وہ آئے تو پانے نگاہ مین
موج سرشک چشم نے زنجیر ڈال دی

اپنی بھوین بنا کے دکھائین جو یار نے
شمشیر گر نے ہاتھ سے شمشیر ڈال دی

لکھا جو ہمنے اپنی سر افگندگی کا حال
گردن قلم نے بھی دم تحریر ڈال دی

جب ہم سمجھ گئے کہ ہی تقدیر کیمیا
دریا مین ہمنے جتنی تھی اکسیر ڈال دی

جون مہر و مہ بہم ہوئے دو یار گرد و رو نہ
تونے جدائی ای فلک پیر ڈال دی

جلد دوم دیوان ظفر

دیگر

مطلع ثانی

[illegible]

کم ہوئی جب آتش دل کی بھڑک اُس چشم سے — جنبش مژگان سے دو پنکھے برابر جھل دیے
توڑکر زنجیر ہمکو جوش وحشت نے کہا — جا در ہنے کو تمھارے ہمنے اب جنگل دیے
شعلہ سان دیتے ہین اسی نے ہمکو بھی بیتابیان — جسنے مثل برق ہین اُس شوخ کو چھل بل دیے

اب وہ مانگے گا تو کیا دوگے اُسے تم ای ظفر
دین وایمان جان و دل تو آپ نے اول دیے

چٹک کے غنچہ جو تیرے جواب منھو پر دے — طپانچہ اُسکے صبا اک شتاب منھو پر دے
بُرا بھلا نہ کہے بیٹھو پیچھے ہم خوش ہین — وہ گالیان ہمین گر بے حساب منھو پر دے
چمن مین جل کرسے شاخ سنبل پیچان — وہ اپنی زلف کو گر پیچ و تاب منھو پر دے
یہ زندگی ہی تری خواب کیا عجب غافل — سفید ریش جو تعبیر خواب منھو پر دے
کھلے نہ راز محبت جو مہر خاموشی — لگا یہ عاشق پر اضطراب منھو پر دے
لگا دے گر نہ مرے منھو سے جام می ساقی — بلا سے تھوڑی سی ٹپکا شراب منھو پر دے

ظفر ہو دامن شب پردہ رُخ خورشید
جو کھول اپنی وہ مشکین نقاب منھو پر دے

تونے بعد از صلح پھر ہمسے لڑائی ڈال دی — جل کے شاید کچھ کسی نے جلتوائی ڈال دی
وہ صنم سیدھا ہو کیا ہمسے خدا نے قبل ازیں — ہی طبیعت ہی مین اُسکی کج ادائی ڈال دی
جلتے ہین اعضا مرے سارے برنگ خار و خس — تونے کیا چنگاری ای سوز جدائی ڈال دی

نہین گرچہ جگر پر نم بھی لیکن اشک غم ہی سے — مدد گریہ کی تو نے چشم تر پہونچا تو یون بھی سہی

نہ لی گو فصد دیوانے نے تیرے پر رگ جان تک — تری مژگان نے نوک نیشتر پہونچا تو یون بھی سہی

اگرچہ دم بھی لینا ضعف سے دشوار تھا لیکن — فلک تک ہمنے فریاد جگر پہونچا تو یون بھی سہی

کبھی آیا بھی تو وہ ساتھ اپنے غیر کو لایا
مجھے اُسنے اذیت ای ظفر پہونچا تو یون بھی سہی

چاہ ذقن مین تیرے کوئی دل ڈبو نہ دے — قسمت جو اُسکو جور شمائل ڈبو نہ دے

ظالم بہت رولا نہ اُسے تو کہ ڈر ہی یہ — عالم کو گریہ سے ترا مائل ڈبو نہ دے

دریائے علم عشق سے جو ہووے آشنا — کیونکر خرد کا دفتر باطل ڈبو نہ دے

دل کو الگ نکال لے تو سینہ چیر کر — ہاتھ اپنا میرے لو ہو مین قاتل ڈبو نہ دے

غوطے جو دے رہا ہی مجھے بحر غم مین عشق — گردن مین میری باندھکے کیون سل ڈبو نہ دے

ہندو کبھی تماشے ستارے کا ڈوبنا — جب تک پسینا رخ پہ ترے تل ڈبو نہ دے

ڈرتا ہون موج بحر محبت سے ای ظفر
ہاتھ آتے آتے دامن ساحل ڈبو نہ دے

کیا نگاہ مست مین ساقی کی مستی ہی بھری — سب کے دل مین آرزوے مے پرستی ہی بھری

ہم ہتو نہین دیکھتے ہین جلوۂ حق ادہر — بت پرستی مین ہماری حق پرستی ہی بھری

سیکرون دل اک نگہ پر لیے ہین انمول — ہو نہو کچھ نفع لیکن جنس سستی ہی بھری

مطلع ثانی

کیون زلف کو اُس کا فریب کیش کہ چھیڑا
کب چھوڑتے ہین ہاتھ سے ہم دامن قاتل
گل تم سے ہو روکش تو رخ گل پہ طپانچہ
مین بس مین ہون صیاد وہ دیکھیے مجکو
مین لیے ہی گے چھوڑونگا ترا بوسہ بلا سے

بیشک یہ ہوئی ہمسے خطا مارے کہ چھوڑے
وہ کھینچ سکے شمشیر جفا مارے کہ چھوڑے
گلشن مین کہو باد صبا مارے کہ چھوڑے
پھڑکا کے تہ دام بلا مارے کہ چھوڑے
کوڑے مجھے گیسوے دوتا مارے کہ چھوڑے

اُس کوچے مین چھپ چھپکے جو تم رات کو جاؤ
پھر کوئی **ظفر** تمکو بلا مارے کہ چھوڑے

خیال شام تک آیا سحر سے دوباری
ہم اک نظر مین بد و نیک تاڑ لیتے ہین
خط اُس سے لیکے پڑا او خط کو پھر پڑھکے
وہ روز نکلے ہی یون گھر سے عید مین
دل ایک بار مرا خون ہوا جگر اکبار
ہمین نہ شوق ہوا ہو تو کیون روانہ ہو

کہ نکلے شب کو وہ کیون اپنے گھر سے دوباری
چڑھ جائے گذرے جو کوئی نظر سے دوباری
خفا ہوئے وہ پیر نامہ بر سے دوباری
نکلتے شاہ مین سب کروفر سے دوباری
بہا لہو جو مری چشم تر سے دوباری
خط ایک بار اُدھر سے ادھر سے دوباری

خفا ہو غیر سے دو چار دن مین تم اکبار
اور اک گھڑی مین ہو بر ہم **ظفر** سے دوباری

حضرت دل جبکہ قابو سے شرابی مین پڑے
ہم بھی ہو کر اک خرابی خرابی مین پڑے

ہمارے ساتھ رہا گریہ ہم جدھر کو پھرے
بسان ابر بحر چشم نم جدھر کو پھرے

بھی تمام خدائی اُدھر کو پھر جاوے
بتوں کی آنکھ خدا کی قسم جدھر کو پھرے

ہو کشور دل کس طرح اُدھر تاراج
یہ عشق ساتھ لیے فوج غم جدھر کو پھرے

ادھر ہی قبلہ ہی اپنا کہ دل کا رخ اپنے
مثال قبلہ نما ای صنم جدھر کو پھرے

ے جو ناز سے وہ کیوں نہ اپنی آنکھوں کو
اُدھر بچھائے زیر قدم جدھر کو پھرے

ھری گلے پر اُدھر سیکڑوں کے پھر جاے
ذرا تری نظر ای پر ستم جدھر کو پھرے

کوئی زمین ہو اُدھر پھرنے دیجیے اُسکو
ظفر عنان کمیت قلم جدھر کو پھرے

ست تو بدخو نہ ہو دشمن جو بدخوئی کرے
تو نکوئی کر اگر تجھ سے بدی کوئی کرے

جو گویائی کی خاطر منہ میں انساں کی زبان
پر زبان کس کام کی وہ جو کہ بدگوئی کرے

ے تو سرگرم آرائش قناعت سے اگر
جو دوشالہ کام کرتا ہی وہی لوئی کرے

نہ کر اُس زلف سے بل ای دل شامت زدہ
لاکھ کچھ خلقی کرے وہ لاکھ خوش خوئی کرے

نشان سے کیا عجب تیر شہابی کے لیے
اک ستارہ وار تیار آسمان توئی کرے

ڈالے آب کو شوق خریداری میں مشک
بو سے زلف یار گرد و کان خوشبوئی کرے

حق تو یوں ہی بندہ حق ہو وہی جو ای ظفر
بندگی لائے بجا حق کی رضا جوئی کرے

دیگر

ظفر لگے نہ لگے ہاتھ کچھ نصیبوں سے
پر اُن کی چھاتی پہ ہاتھ اپنا دمبدم دھر کے

حضرت دل جو جل جانا کی شتابی مین پڑے	ہوکے ہم بیتاب ساتھ اُنکے خرابی مین پڑے
محتسب ہی سدّ راہ میکدہ کیونکر نہ مست	لوٹین انگارون پہ وہ کان کبابی مین پڑے
چاہتا ہی جی کھڑے ہم چپکے چپکے سنین	غیر سے باتین کرو تم بے حجابی مین پڑے
کون وہ مہ وش ہی جسکی گزرگہ کے واسطے	نقل انجم یہ فلک کے مین رکابی مین پڑے
دھوتے ہیں سب خدمت عالی پہ حاضر بار بار	ہم ہین دروازہ پہ فکر باریابی مین پڑے
خم ہی کس کام کی ساقی کہ خم ہی سر بمہر	منھ پڑے اپنے اگر جام گلابی مین پڑے

بہ گیا چشمون سے دریا ای ظفر مانند نیل
وہ نظر اس رنگ سے پوشاک آبی مین پڑے

کرتے ہین تدبیر ہم تدبیر دیکھین کیا کرے	اور پھر تدبیر سے تقدیر دیکھین کیا کرین
خط اُنکو لکھتے ہین ہم گرچہ سچ ہی	وہ جواب اسکا ہمین تحریر دیکھین کیا کرین
سینہ و دل تو مشبک کر چکے قربان و تیر	کھینچی اُس ابرو نے بھی شمشیر دیکھین کیا کرین
یان تو قاصد نے بہت باتین بنائین ہمنشین	جاکے اُسکے روبرو تقریر دیکھین کیا کرین
سیکڑون کو قتل کرتا ہی وہ ظالم بے قصور	ہم سے تو سرزد ہوئی تقصیر دیکھین کیا کرین
ای پری جو سنکے شہرت ہی ترا دیوانہ ہو	دیکھ لے جب وہ تری تصویر دیکھین کیا کرین

جلد دوم دیوان ظفر

دیگر

جفاکش اور ستم پرور نہ ہم جیسے نہ تم جیسے
بلاکش اور غارت گر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

رہتے عشق کے چرچے نہ پڑتین حسن کی دھومین
جہان مین ہوتے پیدا اگر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

ہا چشم تر مین پارہ ہای دل نے اشکون سے
نہ ہونگے لعل اور گوہر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

ا مین حضرت دل یون تو دیکھے سیکڑون بسمل
دل بیتاب اور مضطر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

نر آہ سے کہتے تھے شعلے شبکو نالون کے
کہ چمکے چرخ پر اختر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

ہان مین عاشق و معشوق یون تو اور بھی ہونگے
مگر ہوینگے ای دلبر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

جلائے عشق کی آتش نے ای پروانو دل سبکے
ہوئے پر جل کے خاکستر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

نگاہ و چشم سے کتنے ہین اسکے عشوہ و غمزہ
کہ ہین دنیا مین جادوگر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

برے ہین یا بھلے ہم تم ظفر لیکن غنیمت ہین
کہان آئینگے پھر پھر کر نہ ہم جیسے نہ تم جیسے

نکالون بات کوئی سوچکر انوکھی سی
سناؤن انکو حکایت مگر انوکھی سی

ادھر بھی رونیکا انداز اک نرالا ہی
ہنسی کی طرز اگر ہی ادھر انوکھی سی

انوکھی طرح سے آتا ہی میرا قاصد آج
کہی وہ لایا ہی شاید خبر انوکھی سی

نہین ہی ناز ہی تیرے فقط عجیب و غریب
ہر اک ادا بھی ہی ای عشوہ گر انوکھی سی

لہان یہ عالم شام و شفق کہ سرخی پان
تری ہی لعل مسی زیب بر انوکھی سی

ہمیشہ لگے کبھی آتے تھے خط پہ ایکی بار
عبارت اسنے لکھی نامہ بر انوکھی سی

قطعہ

عشق مین ایسی ہوئی ہی مجھکو بے چینی نصیب	ظاہر اہون گرچہ مین سبکی نظر مین چین سے
اور دل ہی مین دس حصہ سوا ہو ہر گھڑی	اک گھڑی گذرے مجھے گردش بہر مین چین سے

گرمی و سردی مین ہین یہ چین کے دونون مکان
تم رہو اگر دل و چشم ظفر مین چین سے

جائین نکل ہم دشت جنون کو چھوٹین گھر کے قضیے سے
ناک مین دم ای ہوش و خرد ہی آٹھو پہر کے قضیے سے
زلف ہی اُسکی شام بلا یا رخ ہی اُسکا صبح صفا
ای دل تجکو مطلب کیا اس شام و سحر کے قضیے سے
الفت مال و زر نہین جنکو اُنکو غرض کیا قضیون سے
سارے قضیے دنیا کے ہین مال و زر کے قضیے سے
جو قضیے دلال ہین وہ سب جمع ہین اُنکی محفل مین
بیٹھے رہتے ہین اُن سے الگ ہم بار و ذر کے قضیے سے
کرتا ہی جو بازار وفا مین سودا جنس محبت کا
کام نہین سوداگر کو اُس سود و ضرر کے قضیے سے

ای دل ہو مشغول بحق تو ہو کر فارغ دنیا سے	جو ہین ادھر کے انکو نہین ہی کام ادھر کے قضیے سے

ہو گیا سو کے عدم آیا قیامت ہی کو پھر
شکوہ تھا جب تلک کہ تھا پاس محبت کچھ آخر

واقعی یہ راہ ہی گویا قیامت دور کی
جب پاس انکو رہا ہم نے شکایت دور کی

گوکہ ہی دنیا مین وہ لیکن ہی دنیا سے الگ
جب سے دنیا کی ظفر دل سے محبت دور کی

ہمکو جہان سے کہ جنکو رخصت آج وہاں وہ غم کے
آخر تو ہو رنج جدائی اُسکو غنیمت جانو تم
دیکھیے کیونکر چھوٹیگا دل یار کی زلف شکن سے
دیکھو کرامت اشکون کو تو ہے یہ دست قرگان سے
آہ و فغان کے ساتھ جو میری جان بھی نکلی جاتی حزین
برسون پھر ایا ہجر مین تو نے ہمکو ملکے تہر سے

روتے تھے اک اک کے اُسدم آ گئے سے ہم ملکے
گذرے عیش و عشرت سے جو یار دو کوئی ہم ملکے
باندھتے اُسکی مشکلین یون دونون اُسکے پیچ و غم ملکے
ہوتے ہین سے آب گوہر یہ خاک مین چشم نم ملکے
کیا جانے کیا دیتے ہین یارب دونون اُسکو دم ملکے
بیٹھے اگر اک لحظہ کبھی اس راہ لقا سے ہم ملکے

اب جو کیا ہی تمنے ارادہ اُس سے ظفر پھر ملنے کا
آگے کیا ہو سو آجان کچھ آپ ہوئے تھے کم سے ملکے

دیکھ کے تیرے توسن پر اے شوخ چمن گل منہدی کے
رونہ لگی ہی پانو مین منہدی آنا جو یان منظور نہین
جسکو کیا ہی تو نے کشتہ اپنے دست حنائی سے
شادی طفل شوخ کی ہی منظور تجھے کیا دیکھ کر

ہوتے ہین شرمندہ چمن مین تجھسے سب گل منہدی کے
ہم یہ بہلانے جاتے ہین اے شوخ تغافل منہدی کے
گو یہ اُسکے پھول ہون جا سوسن و سنبل منہدی کے
خون جگر سے گرتے ہین مژگان یہ جو گل منہدی کے

ایسا ہی یہ کہ ہی یہ چمن جاے مے کشی	ہر گل دکھاتا آنکھ ہی مانند جام کی
آیا ہی پوچھنے کو وہ ظالم مرا مزاج	طاقت بھی جب زبان کو نہین ہی کلام کی
اتنے قیام پر تو ہین اتنی قیامتین	کیا جانے کیا ہو گر یہ جگہ ہو قیام کی

مشکل ہی کار عشق وجنون لیکن آگہی
مجنون کو عقل ہی ظفر اس انصرام کی

میان مجنون کو تو سنتے ہو تم دیوانے برسون کے	کرین آباد کل پر سو نہین ہم ویرانے برسون کے

مطلع ثانی

پری رو ہم تری صورت کے ہین دیوانے برسون کے	اور ان سے بھری آنکھون کے ہین پیمانے برسون کے
کسی ٹوٹے ہوے دل کو سنوارو ورنہ کیا حاصل	بنائین مسجدین ڈھا ڈھا کے گر بتخانے برسون کے
سپند آتش پہ کب ٹھہرے ہی پروانہ عارض کے	پڑے ہین جس کے شعلے پہ کاشانے برسون کے
برا ہو محتسب کا ایک دن مین کر دئے ویران	وہ جو آباد تھے اس شہر مین میخانے برسون کے
گلے سے آؤ لگ جاؤ وہ گلے قصے جانے دو	گلے شکوے زبان پر کیون لگے تم لانے برسون کے
کرین ہین سینہ کوبی ہم تری الفت مین مدت سے	در دل پر ہمارے ہین یہ تو بتخانے برسون کے
لگی کرتی ہی کیون ای چشم تر آنسو بہانے مین	ابھی تو بجھنے داغ سینہ ہین دھلوانے برسون کے

مرا کاتب لگا گو اپنے دو ہاتون کے لکھنے مین
ابھی دفتر پڑے ہین ای ظفر لکھوانے برسون کے

گر لگے دنیاے دون دامن سے اُنکے ای ظفر
پھینک دین مانند گرد اہل تغافل جھاڑ کے

ڈر ہی کہ کچھو زبان سے تیری نکل نجائے
یون آپ کون جاے قاتل تری گلی مین
حیران ہے دیکھتے ہو تم کیا مریض غم کو
دیکھے جو شمع تیرے رخسار آتشین کو
جب صاف صاف ایسے رخسار ہون تمھارے
نی پیچ و تاب نکلے دل سے نہ آہ سوزان

ہی خوش غلاف یہ تو تلوار اُنکل نجائے
جب تک کہ سے نجائے اُسکو اجل نجائے
یہ رنج ہون تو کیونکر صورت بدل نجائے
محفل مین رشک سے وہ کسو جیہ جل نجائے
پلٹے نگاہ اُنپر کیونکر پھسل نجائے
رسی جلے بلا سے پر اُسکا بل نجائے

ان روزون اُس گلی مین جاسوس جابجا ہین
کہدے کوئی ظفر سے وہان آج کل نجائے

ہین ہون اس فکر مین یار آئے تو کیونکر آئے
میری جانب سے اگر غیر مکدر نکرین
ساتھ میرے نہین گلگشت مین وہ رشک چمن
تو لگاتا ہی نہین دل پہ کبھی تیر نگاہ
گو ترا وصل میسر ہو مگر اُسکا مزا
نہ تلطف نہ دلاسا نہ محبت نہ وفا

مجکو اُس بن جو قرار آئے تو کیونکر آئے
دل مین پھر اُسکے غبار آئے تو کیونکر آئے
خوش مجھے باغ و بہار آئے تو کیونکر آئے
ہاتھ تیرے یہ شکار آئے تو کیونکر آئے
مجھے بے بوس و کنار آئے تو کیونکر آئے
کوئی ہونیکو نثار آئے تو کیونکر آئے

نہین جانی کی جیتے جی تو حسرت وصل جانان کی
مگر ہان بعد مردن ای اجل جلنے تو یہ جانے

بجالوے اُس گلی مین پانوں کے بل کہدو قاصد سے
اگر میری طرح سے سر کے بل جائے تو یہ جانے

نہین جائیگا اپنی جا سے قاطع کہین اُٹھ کر
اگر اپنے قناعت ہی سے بس جائے تو یہ جانے

کوئی جاتا ہی لیکا مجھ سے اُس کوچے کے جانیکا
وہ دل بیتاب ہی میرا سنبھل جائے تو یہ جانے

ظفر کیا کیا کہین ہین شعر اسمین واہ وا تونے
سخن فہمون کی محفل مین غزل جائے تو یہ جانے

...مجھے ایذا جو تونے اور تیرے یارون نے پہونچائی
خبر ای بیخبر کچھ تو خبر دارون نے پہونچائی

یہ ہین جو درد و غم ہاے الم چار آشنا میرے
محبت ہی ہم تجھ سے انہین چارون نے پہونچائی

...دیکھا کوئی ہووے کام جز تائید حق ہم نے
مدد سو سو طرح سے وہ مددگارون نے پہونچائی

اگر مین جانتا ایسا نہ دیتا دل کہ دل لیکر
مجھے تکلیف کیا کیا اُن دل آزارون نے پہونچائی

...لیا کیا خاک حاصل کوچہ گردی سے جو خاک اپنی
نہ کوچہ تک بھی میری تیرے آوارون نے پہونچائی

...ہجوم داغ پر بھی آہ ابتک سرد ہی دل مین
ذرا گرمی نہ اسکو اتنی انگارون نے پہونچائی

ظفر اکبار بھی کانون تک اُس کان ملاحت کے
ہماری داستان غم نہ غمخوارون نے پہونچائی

...نہ دل دون گر جفا وہ یار ہو جائے تو ہو جائے
بلا سے ترک چھوٹا پیار ہو جائے تو ہو جائے

...گر منظور آنکھین ہی دکھانی ہین دکھاؤ تم
ہمین کیا گر کوئی بیمار ہو جائے تو ہو جائے

جو کرے یاد تجھے مصحف رخسار کو روز
گرچہ ناخواندہ ہو وہ حافظ قرآن بن جائے

گر خوش آئے تجھے ای یار نوائے بلبل
دل نالان بھی میرا مرغ خوش الحان بن جائے

صورت اُس عالم تصویر کی جو صورت گر
دیکھے خود صورت تصویر وہ حیران بن جائے

آوین کس طرح سے ہم بیٹھ کے ہچکیوں مین
کہ یہ رونا ہی کوئی اور نہ طوفان بن جائے

زلف تیری ہی عجب لام جمال پر نور
دیکھے اس لام کو کافر تو مسلمان بن جائے

دیکھے آئینہ مین گر وہ گل رخسار اپنے
روبرو اور گلستان کے گلستان بن جائے

بات کرنے مین جو حیوان ہو مطلق وہ بھی
ای ظفر فیض سخن سے ترے انسان بن جائے

بن سکتی ہی تدبیر اگر بن کے بگڑ جائے
کیا بن سکے تقدیر اگر بن کے بگڑ جائے

ہی میری تمنا کہ مین ہون خاک در یار
پروا نہین اکسیر اگر بن کے بگڑ جائے

شمشیر گردون ہے ترے ابرو کے مقابل
بنوائے شمشیر اگر بن کے بگڑ جائے

ہی شرح محبت کو قلم آہ کی کافی
خامہ دم تحریر اگر بن کے بگڑ جائے

بگڑا ہوا یہ حال ہی میرا کہ مصور
کھینچے میری تصویر اگر بن کے بگڑ جائے

افسوس صد افسوس محبت مین جو الہام
ای آہ کی تاثیر اگر بن کے بگڑ جائے

بکھری ہوئی وہ زلف جو دیکھے تو عجب کیا
حداد سے زنجیر اگر بن کے بگڑ جائے

بگڑی ہوئی کچھ صید محبت کی ہی قسمت
یہ جان ترا تیر اگر بن کے بگڑ جائے

خواہ مسجد مین خواہ بتکدہ مین
مدعا سجدہ ہی کہین ہو جاے
یا نہو وہ مری نظر سے دور
یا مری آنکھ دوربین ہو جاے
پاے اُس خال رخ کا جو نکتہ
نکتہ دانون پہ نکتہ چین ہو جاے
ہو اگر دور بھی تو ہو نزدیک
یار دل سے اگر قرین ہو جاے
شب کو آنا جو ہو تو ہان کر لو
اور نہین تو ابھی نہین ہو جاے
یاد گیسو مین آنسوون کا تار
کیا عجب مار آستین ہو جاے
کسکا محشر اگر وہ آ جاے
حشر برپا ابھی یہین ہو جاے
کیا خطر اُسکو راہ دین مین ظفر
رہنما جسکا مخبر دین ہو جاے

ہزار ہو جو مرے دل کے مال پر چڑھ جاے
وہ مفت سے اگر اُسکے خیال پر چڑھ جاے
سوال بوسہ کرین کیا ہمین تو یہ ڈر ہے
کہ ضد نہ اُسکو ہمارے سوال پر چڑھ جاے
چڑھے نہ پھر کے جوانی خضاب سے ای شیخ
اگرچہ رنگ ترے بال بال پر چڑھ جاے
پڑی ہی پشت پہ اُس سرو قد کے یون چوٹی
کہ جس طرح کوئی ناگن نہال پر چڑھ جاے
وفور گریہ سے میری اگر چڑھے دریا
تو ایک آن مین پانی جبال پر چڑھ جاے
جنون مین عشق مین نامی بلا سے یہ تو ہو
کہ نام دفتر رنج و ملال پر چڑھ جاے
کمال کو ہی زوال ای ظفر گرے ہی گرے
زیادہ کوئی جو زور کمال پر چڑھ جاے

ہوا رنج اُسکے دل کو جس سے حال دل کہا ہمنے	کسیکے سامنے پھر ایسے افسانہ کو کیا کہیے

ظفر وہ حور وش گھر مین ہمارے جلوہ افزا ہو
سوائے قصر جنت اپنے کاشانہ کو کیا کہیے

کیا مصور یار کی تصویر قامت کھینچیے	کھنچ نسکتی اُن سے وہ گر تا قیامت کھینچیے

مطلع ثانی

ہم جو اُنکو باعث جذبہ محبت کھینچیے	دور ہمسے آپ کو کیون باہ طلعت کھینچیے
کھینچتے ہین غیر اُنکو اپنی جب آغوش مین	دل ہے ہم مین نالۂ پر درد وحسرت کھینچیے
دیکے دل ناحق بلامین ہمنے ڈالا آپ کو	گر نہ دیتے دل کو کیون رنج ومصیبت کھینچیے
کھینچیے گر حضرت یوسفؑ کی صورتِ شبیہ	تیری صورت دیکھکر وہ اُنکی صورت کھینچیے
حق کہا جو کچھ کہا منصور نے ناحق اُسے	دار پر ہین مردمان بے حقیقت کھینچیے
سرکشی کرکے گر آوارہ آخر سرکے بل	جو کہ ہین سر کھینچیے آخر خجالت کھینچیے
کھینچتا ہون بادی پر خار جب میں تا قدم	خار مین دامن مرا ای جوش وحشت کھینچیے

مائل ابروئے خوبان گر نہو تا مین ظفر
تجھپہ تلوارین یہ کیون پھر بمروت کھینچیے

عدم سے آگئے ہم یان نہ ہین ہوتے تو کیا کرتے	ہوئے تو کیا کیا ہمنے نہین ہوتے تو کیا کرتے
بلائے عشق مین کھو بیٹھے ہم دنیا و دین دونو	ہمارے پاس گر دنیا و دین ہوتے تو کیا کرتے

ام کرتے نہ یون وہ بد وعدہ وہ ہمسے — جواب کوئی اگر اے نگار پا جاتے

بان سے نام بھی لیتے نہ ہم محبت کا — نجات اس سے اگر اب کی بار پا جاتے

سی کا قتل جو ہونا ہی اُنکو مد نظر — تو ہین نظر ہی ہے ہم جان نثار پا جاتے

ز زندہ رہتے محبت مین ہم تو اور بھی کچھ — اذیتین ترے ہاتھون سے یار پا جاتے

عوض بدی کا نہین کرتے ہم کسی سے ظفر
نگر ہین اپنا کیا بد شعار پا جاتے

م بیمار ہو کیا مجھکو مریجان جتاتے — دیتے ہو جو بوسہ تو ہو احسان جتاتے

ہو ذکر کرون زلف کا اُسکی وہ کیسے ہی — تم اپنا ہو یہ حال پریشان جتاتے

ن راز دل اپنا نہ جتاؤن کبھی اُنکو — لیکن ہین مگر دیدۂ گریان جتاتے

ور اُنھین کب بتائے ہی گولا کہو طرح سے — ہم آپ کو ہین تابع فرمان جتاتے

ن دشمن ایمان کو دکھاؤ اُنھین یکبار — جو آپ کو ہین صاحب ایمان جتاتے

ہر آن وادا اُسکی بتلائے دل و جان ہی
تم دیکھو ظفر تکو ہین ہر آن جتاتے

عمر و عیان مین دل زلف یار کے کاٹے — کہ بچتے دیکھے نہ اس کالے مار کے کاٹے

اُرسکے آئیگا کوچے مین تیرے خاک کی طرح — جو تو نے کوچے بھی اس خاکسار کے کاٹے

ا ہوا جو اسیران دام پر صیاد — اُکھاڑ کے چار کے پر اور چار کے کاٹے

دیگر

دم جنبش تری زلفوں سے ٹپکتا ہی عرق ۔ یا کہ ہیں مار سیہ زہر اُگلتے پھرتے

شمع رو جب سے ہوا تو مرا زیب محفل ۔ مثل پروانہ عدو جی ہین ہین جلتے پھرتے

غافلو عالم پیری ہی کوئی دم بیٹھو ۔ دیکھو لڑکوں کی طرح کیوں ہو اُچھلتے پھرتے

شعلہ خویوں کا ہین بھڑکا ہوا اغراہ دغا ۔ جو کبھی تکتے انھیں گرمی مین ہین جلتے پھرتے

اپنے کوچے مین جو بھرتے ہین اس ناز سے وہ ۔ پانوں تلے ہین دل عشاق مسلتے پھرتے

تیری مرضی ہو تو لوں آنکھ سے ابھی ہین بیٹھے ۔ تیوری مجھ پہ ہین جو لوگ بدلتے پھرتے

گر کے اس کوچے میں پھر ہم سے تو سنبھلا نگیا ۔ کیونکہ ہم پھرتے وہاں سے جو سنبھلتے پھرتے

اے ظفر روز تو جاتے ہین وہ گھر غیر دن کے ۔ آ نکلتے ہین ادھر بھی کبھی چلتے پھرتے

جسکے دل میں کہ ستمگار ترا اُڑ بیٹھے ۔ وہ ترے کوچے میں آرام سے کیونکر بیٹھے

اُس ستم کیش نے مژگاں کو جو دی آب جنبش ۔ تیر کتنے ہی مرے دل میں برابر بیٹھے

درد کیوں کر نہ اُٹھے آہ مرے پہلو سے ۔ جاکے پہلو میں جو غیر دن کے وہ دلبر بیٹھے

بیٹھے جس گھر میں ترا شیفتہ با چشم پر آب ۔ کیا عجب گریہ کے سیلاب سے وہ گھر بیٹھے

بستر غم پہ رہے ہی ترا بیمار پڑا ۔ اتنی طاقت نہیں اُس میں کہ وہ اُٹھ کر بیٹھے

دیکھے اُس شوخ ستمگار کو ہم دل اپنا ۔ جی میں پچھتاتے ہین اپنے کہ یہ کیا کر بیٹھے

مرے مٹین سے گئے نہ اُٹھیں بے روش نقش قدم ۔ اے ظفر خاک در یار پہ ہم گر بیٹھے

آئی خبر ہو پھر چشم مین نہ تحریر پر بستہ
سپاہ ناز و غمزہ کی کمر بندی لگی ہونے

یہان عاشق نے چشم تر سے باندھا تار اشکون کا
وہان کانون کے بالون پر گہر بندی لگی ہونے

جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے طفل اشک نکلے ہی
ہمین معلوم ہے اسکی جگر بندی لگی ہونے

کمینے بھی لگے اب شعر کہنے کیا تماشا ہے
کہ مضمون بندی ان روزون چھپر بندی لگی ہونے

کہان مرغ نظر اس گلشن رخسار تک پہونچے
کہ ناز اشک سے پہلے ہی پر بندی لگی ہونے

کسی نے کچھ جو بہتان باندھا کھل گیا ہمپر
جو اپنی اُنکے کوچے مین ظفر بندی لگی ہونے

ہجوم اشک سے مژگان اگر اونچی نہین ہوتی
تعجب کیا کہ شاخ پر ثمر اونچی نہین ہوتی

دکھانا اپنا اے پردہ نشین منظور ہے جسکو
جواب دیوار پردہ پیش در اونچی نہین ہوتی

نظر پہ چڑھ گئین ایسی بھوین اُس ماہ طلعت کی
کہ سوئے ماہ نو اپنی نظر اونچی نہین ہوتی

ترا اوصاف بالا ہی جو اپنا بول بالا ہے
کسیکی بات اپنی بات پر اونچی نہین ہوتی

ہوئی ہے شرمگین گلشن مین کسکی چشم فتان سے
کہ چشم نرگس اے باد سحر اونچی نہین ہوتی

لگایا جب سے دل رہتے ہین ہم ایسے تفکر مین
کہ گردن اپنی اب دو پہر اونچی نہین ہوتی

[illegible]ا یا کرتے تھے آگے تو ہمکو وہ اشارون سے
انگشت اشارت بھی ادھر اونچی نہین ہوتی

تری تیغ نگہ کا کون روکے وار کیا طاقت
اگر سے رستم بھی گر شمشیر سپر اونچی نہین ہوتی

ہم اُس غرفہ نشین کو آنکھ اُٹھا کر کسطرح دیکھین
کہ چلمن اسکے در کی اے ظفر اونچی نہین ہوتی

رکھا کیون عشق زاہد کو خنک دل تجھے عالم میں آیا
بلا سے خاک عاشق کی اگر برباد ہو جاتی

بہت کرتا تھا دعوے عشق کا یہ آیا تو نے
لکھا تھا میں نے خط میں اسکو مضمون آگ کا

اسے کچھ گر مئے سوز جگر پہونچا تو دی ہوتی
پہر اس کوچے میں ای باد سحر پہونچا تو دی ہوتی

اذیت خوب ای بیدادگر پہونچا تو دی ہوتی
نمی کاغذ کو کچھ ای چشم تر پہونچا تو دی ہوتی

مرے احوال سے وہ بیخبر اب تک نہیں واقف
کوئی بات اُسکے کانون تک ظفر پہونچا تو دی ہوتی

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ غم کہہ نہیں سکتے
ہم دیکھتے ہیں تم میں خدا جانے تو کیا

رسوا جہان کرتا ہے رو رو کے ہمین تو
کیا پوچھتا ہے ہمسے تو ای شوخ ستمگر

ہے صبر جنھیں تلخ کلامی کو تمھاری
جب کہتے ہیں کچھ بات رکاوٹ کی تری ہم

اللہ رے ترا رعب کہ احوال دل اپنا
طوبائے بہشتی ہے تمھارا قد رعنا

پر جو سبب غم ہے وہ ہم کہہ نہیں سکتے
اس بھید کو اللہ کی قسم کہہ نہیں سکتے

ہم کچھ تجھے ای دیدۂ نم کہہ نہیں سکتے
جو تو نے لیے ہم پہ ستم کہہ نہیں سکتے

شربت ہی بتاتے ہیں وہ سم کہہ نہیں سکتے
رک جاتا ہے یہ سینہ میں دم کہہ نہیں سکتے

دم دیتے ہیں ہم کرکے رقم کہہ نہیں سکتے
ہم کیونکہ کہیں سرو ارم کہہ نہیں سکتے

جو ہم پہ شب ہجر میں اس ماہ لقا کے
گذرے ہیں ظفر رنج و الم کہہ نہیں سکتے

دیوان ظفر

مطلع ثانی

مطلع ثالث

قیمت جنس دل اپنی کہوں کیا میں سستی	پوچھو کیا دیتے ہیں بازار محبت والے
نہیں آنسو ہوئے رحمت کے فرشتہ نازل	پاک بالکل ہیں گناہوں سے ندامت والے
شمع رو پردہ اٹھا منہ سے نہ تو بزم میں دیکھ	شکل پروانہ جلے جاتے ہیں غیرت والے
عاشقوں کو نہیں کچھ کافر و دیندار سے کام	آگ سے ملتے ہیں جو ہیں عشق کے ملت والے
تہ شمشیر ستم رکھ ہی دیا سر اپنا	ہم بھی ہیں عاشقوں میں کیا کر جرات والے
ہمنے اس بت میں جو دیکھا ہی نہیں ہے سکتے	کہ مبادا کہیں سن پائیں شریعت والے
وسعت ملک سلیمان کو سمجھتے کیا ہیں	سامنے گنج قناعت کے قناعت والے

اس ستم پر تو ظفر دیتے ہو تم دم اپنا
کیا ستم ہو جو وہ ہوں مہر و مروت والے

دیر کیوں کر رہے تھے وہ تو شتابی والے	اب تلک ہیں اسی محفل میں خرابی والے

مطلع ثانی

ہیں جو محفل میں ترے جام و گلابی والے	آنکھ تو منہ نہ لگائیں یہ خرابی والے
نہیں معلوم پڑھا جاتے ہیں کیا کیا آکر	میرے دشمن تجھے اور رنگ کتابی والے
گو زر و سیم کے رکھتے ہیں طبق شمس و قمر	ہیں یہ دونوں ترے صدقہ کے رکابی والے
تھے تو ہم صوفیوں کے یار پر اب ہیں مشہور	ای شرابی تری صحبت میں شرابی والے
دل بریان کو مرے دیکھ کے ہوتے ہیں کباب	آتش شوق سے دوکان کبابی والے

دیگر

دیگر

کہان ہین وہ اگلے ملاقات والے	عنایات والے مدارات والے

مطلع ثانی

خوشش اوقات دیکھے خرابات والے	ہمیشہ رہے خوش اہل اوقات والے
جو دل مین تمہارے وہ انکی زبان پر	تمہارے ہین عاشق کرامات والے
جو دین ایک گالی بھی سو منتون سے	ملین ہین وہ ہمکو عنایات والے
درسے گریہ سے اپنے بارہ مہینے	گذرتے مہینے ہین برسات والے
ہم اک روز دل تحفہ دے آئے انکو	وہان چاہئین روز سوغات والے
سنو تم جو انکی نہ طومار باندھین	کہ ہین ہم تو دو بول اکبات والے
ہم اسکو سمجھتے ہین جو منہ سے کہدو	اشارات جانین اشارات والے

قیامت پہ کرتے تھے برپا قیامت
ظفر مانے وہ ہجر کی رات والے

پہونچ جائین جو وان تک صبحدم پہلے سے ہم پہلے	تو جھک کر چوم لین انکے قدم پہلے سے ہم پہلے
ہوا پہلے نہ ہمسے قتل کوئی اسکے ہاتھون سے	کہ جا بیٹھے تہ تیغ ستم پہلے سے ہم پہلے
نہین شکوہ پریشانی کا ہمکو تیری زلفون سے	پریشان تھے ترے سر کی قسم پہلے سے ہم پہلے
اگر ٹوٹے نہ امید اس مسیحا دم کے آنیکی	تو کیون تو رین تڑپ کر اپنا دم پہلے سے ہم پہلے
نہین آیا زبان پر اپنی تو اک حرف بھی اپنک	زبان کٹوا چکے مثل قلم پہلے سے ہم پہلے

ذکر جب خانہ خرابی کا مرے
دم نہ مارا تیرے سر بازون نے آہ
نہ جگر مین آہ نہ آنکھون مین اشک

بزم مین آیا وہ اپنے گھر چلے
سر پر آرے حلق پر خنجر چلے
کام اپنا عشق مین کیونکر چلے

جو کیا سودای ظفر ہمنے سمجھ کر
کیا کہین دنیا مین ہم کیا کر چلے

بارے آنسو تیرے ای دیدۂ تر چل نکلے
پانون چل سکتے نہین لڑکے پر چل نکلے

مطلع ثانی

چاہیے حد سے زیادہ نہ بشر چل نکلے
چلیئے چال ایسی کہ کچھ کام ظفر چل نکلے

قدر دان جب کہ ہنر کا نہ جہان مین دیکھا
بے ہنر رہ گئے اور اہل ہنر چل نکلے

ای جنون تو نے یہ کی خانہ خرابی ہماری
جانب دشت جو ہم چھوڑ کے گھر چل نکلے

انکو رخسار پر انوار دکھا دے اپنے
کہ فلک پر سے بہت شمس و قمر چل نکلے

دم بھی چلنے کو ہی ہمراہ یہ قاصد نے کہا
کہ کہین باندھ کے جلدی سے کمر چل نکلے

کیا کہین تجھسے کدھر ہم گئے وحشت مین نکل
کہ جدھر لیگئی تقدیر ادھر چل نکلے

دیکھو رنگ عرق آلودہ کرے جان سفر
چھانٹو تارون کی یہ بہتر ہی اگر چل نکلے

بوسہ مانگا تو کہا بس چلو یان سے نکلو
منھ لگایا تمھین کیا تم تو ظفر چل نکلے

دیگر

ہی تو اثر پر اُسکو نشتے بھی اے ظفر	
گردون سے جھانکتے ہیں جگر تھام کے تلے	

عرق آلودہ زلف اُس رخ پہ اک معجز نمائی ہے	شب تار اُسنے اک روز بھری دکھائی ہے

مطلع ثانی

گل رنگین ہے کوئی یا ترا دست حنائی ہے	کوئی یہ شاخ گل ہے یا تری نازک کلائی ہے
خط سبز اُس رخ روشن پہ ہے یہ رنگ کیا لایا	دکھاتا چشمۂ خورشید تابان میں بھی کائی ہے
دھوان دل کا گھٹا یہ سینۂ افگار میں میرے	کہ گویا لب پہ ہر اک زخم نے مسی لگائی ہے
گیا جو عاشق جانباز تیرا تیرے کوچہ میں	نہیں آیا وہ پھر کر قاتل اُسکی لاش آئی ہے
ہماری ہے الف بے خار صحرا و خراش پا	کہ ہمنے پہلے وحشت میں یہی تعلیم پائی ہے

بہایا اشک خون سے رات کو میں نے ظفر دریا	
نہیں سرخی شفق کی صبح لوہو میں نہائی ہے	

خدا جانے صنم میں تیرے صورت کسکی ملتی ہے	وگرنہ ایسے کافر سے طبیعت کسکی ملتی ہے
نہ پوچھو شعلہ میں یہ کسکی گرمی پائی جاتی ہے	نہ پوچھو یہ شرارہ میں شرارت کسکی ملتی ہے
اگر سنے کیوں ہو لکھو کر نامہ بر حاضر ہی دیکھو تو	کہ خط ملتا ہی کسکا اور عبارت کسکی ملتی ہے
مزا ہی جو محبت میں نہیں ہے وہ کسی شی میں	کسیکو کیا بتاؤں ہمیں لذت کسکی ملتی ہے
نہ ہو رسوا جلا کر مجھکو میری خاک اُڑنے سے	یہ سوچو خاک میں ہر روز عزت کسکی ملتی ہے

جلد دوم دیوان ظفر

…ب ردیون سے کیا اُمید وفا	کبھی کی بھی وفا کسی نے ہی

ای ظفر رو دیا ہی جب میرا
کچھ سنا ماجرا کسی نے ہی

…ل ہے پھوٹا تری چشم تو ہان چاہیے ہی	ہی یہ بیمار اسے نقل مکان چاہیے ہی
…و کمان ابرو تیر کا پیکان کا نی	دہن زخم مین کیا تیر زبان چاہیے ہی
…ک دو جام سے کیا ہوگا کہ ہی جوش بہار	اب تو کوئی خم می بادہ کشان چاہیے ہی
…ل مجے جاتی ہی کوئی سنگ لونکی الفت	رکھنا چھاتی پہ کوئی سنگ گران چاہیے ہی
…س موجود ہین یہ تیرے نگاہ و ابرو	ناز کی انگن تجھے کیا تیر و کمان چاہیے ہی
…تش دل کا مری گر ہی بجھانا منظور	ہونا انکھون کو مرے اشک فشان چاہیے ہی
…ائین ہم خلد کو کیون چھوڑکے یہ کوچہ ترا	خاکسارون کو ترے رہنا یہان چاہیے ہی
…خ روشن کے ترے سامنے ای ماہ لقا	سینۂ چاک مرا مثل کتان چاہیے ہی

کرتا ہی ابروے پر خم سے تجھے قتل وہ شوخ
ای ظفر کیا اسے تیغ صفہان چاہیے ہی

…ج اٹھا جو صحرا مین غبار اور نیا ہی	کیا توسن وحشت پہ سوار اور نیا ہی
…ین ہوتا ہی تازہ ترے کوچے مین ہمیشہ	بنتا وہان روز ایک مزار اور نیا ہی
…ر آنسوون کا قطرۂ خون سے مرے ہر دم	میرے لیے اک پھولون کا ہار اور نیا ہی

ہم اپنی وحشت اگر دکھائین تو پھر یقین ہی کہ بھول جائین
جو کہتے مجنون کی ہین کہانی ہمارے ہمدم سنی سنائی

وہ دل ہین کیفیت اپنے دیکھی سنی تھی جو جام جم ہین لیکن
زیادہ ہم جانتے ہین دیکھی سمجھتے ہین کم سنی سنائی

دکھاوے گریہ کا اپنی عالم جو آنکھوں سے دیکھین لیکن
کہ باتین طوفان نوح کی تو ہین چشم پرنم سنی سنائی

کرے نہ اقرار وصل جب تک وہ اپنے منھ سے نہ آوے باور
کوئی سنائے خبر یہ ہمکو ہزار پیہم سنی سنائی

کہون جو خوبی حسن یوسف کہے وہ برقع اُٹھا کے منھ سے
کہ یون دکھاوے کوئی تو جانین سنین ہین کب ہم سنی سنائی

جو محرم دل ہی جانتا ہی وہ دل کی حالت کو فی الحقیقت
وگرنہ کہتے ہین ای ظفر سب سوائے محرم سنی سنائی

دل کو اُن زلفون کے سودے مین پریشانی سی ہی
اور جان وحشت مین اُن آنکھون کے دیوانی سی ہی

چشم ہی پر نور اپنی دیدۂ خورشید وار
خواب مین دیکھی شب ایسی شکل نورانی سی ہی

ہمہ کا دیکھا سوا ہو گا ظفر کیا حاصل
کیون نگلین ہم ہوس ناموری اُتی ہے

دیگر

زخم پنہان کو مرے کون نظر جانتا ہے
مرا دل جانتا ہے یا مرا چارہ گر جانتا ہے
دوستی میرے دل کی جو نہ جانے کوئی
آہ وہ میرا جو ہی سے جانتا ہے
جو کسی دلکشا کو صاف نظر جانتا ہے
دل میرا داغ محبت کو سپر جانتا ہے

اِن کی شامت ہی لپٹی دل کو
ظفر اُس زلف عنبرین تک ہے

زخمون پہ باندھو ہی جراح دیکھ پھاہے	دریا بہیگا خون کا جسدم یہ سر کے پھاہے
اتنے ہین زخم دل کے پور سمندوں اُنپر	گر خیمہ فلک کے کیجے کتر کے پھاہے
تیزاب بن نہ ہرگز زخمون پہ اپنے رکھین	مجروح یار تیرے تیغ نظر کے پھاہے
بلبل کے زخم دل پر مرہم ہو شبنم گل	اور اُسپہ چاہیے پھر گلبرگ تر کے پھاہے
جون آگ پر توے ہون ہین گم اسطرح سے	زخم جگر پہ باعث سوز جگر کے پھاہے
خورشید و ماہ بنکر سر پر چڑھے فلک کے	زخمون سے دو گرے تھے پیر اُتر کے پھاہے

جو تیغ عشق کے ہین زخمی ظفر جہان مین
ہو سود مند اُن کو کیا چارہ گر کے پھاہے

تو حسین جتنا ہی کا ہیکو پری اُتی ہے	حسن بھی کچھ ہی تو کب عشوہ گری اُتی ہے
تجھے کہان آئے کہان جاینگے پھر یا کہان	کچھ خبر ہمکو نہین بے خبری اُتی ہے
ہم تو جا بیٹھے کہین ابھی اُڑ کے وہ ہے ہمکو	دیتی رخصت نہین بے بال و پری اُتی ہے
نہ تو ہی نالہ شب اتا گرے اُسکو اثر	اور نہ تاثیر مین آہ سحری اُتی ہے
دیکھنے کی نہین خورشید جہانتاب کو تاب	رخ روشن کی ترے جلوہ گری اُتی ہے
بات دریا کا خجالت سے ہی پانی پانی	آنسوون سے مرے دامن مین تری اُتی ہے

جلد دوم دیوان ظفر

دیگر

آنکھ کی گردش سے کیا چرخ بریں چکر میں ہے
پھونکنے بھی پہونچا آسمان ہی میں چکر میں ہے

صبح سے تا شام پھرتا ہی رہے ہے آفتاب
جیسے دیکھا تیرا روئے آتشیں چکر میں ہے

ہے علاج درد دل سے کیا حیران طبیب
بلکہ عقل عیسی گردوں نشیں چکر میں ہے

پھرتا ہے منزل بمنزل جو ہمیشہ ڈھونڈتا
کون ہے جسکے لیے ماہ مبیں چکر میں ہے

روح مجنوں رقص کرتی ہے مری وحشت کو دیکھ
جانب صحرا بگولا یہ نہیں چکر میں ہے

جسکی قسمت میں ہے گردش صورت جام شراب
بزم عشرت میں بھی وہ ہمنشیں چکر میں ہے

ہے جو یاد حلقۂ زلف اُسکی گرداب بلا
اے ظفر میرا دل اندوہگیں چکر میں ہے

حقیقت کچھ نہ پوچھو اے اُدھر اُڑتی سی پہونچی ہے
کہیں جاسوس کی آنکھ خبر اُڑتی سی پہونچی ہے

نہیں پہونچا اسیران قفس تک گل تو گلشن سے
مگر بوئے گل اے باد سحر اُڑتی سی پہونچی ہے

نہیں خیال لب شیریں پہ منھ کو کھول کر اپنے
کوئی مکھی سر قند و شکر اُڑتی سی پہونچی ہے

جہنم میں کہاں تھی آگ شاید آتش دل کی
کوئی چنگاری اے باد سحر اُڑتی سی پہونچی ہے

غبار خط کہاں ہے یار کے روئے مصفا پر
مگر کچھ گرد آئینہ پر اُڑتی سی پہونچی ہے

نہ دامن تک ترے اس ناتواں کی گرد پہونچے گی
کہ در تک بھی قریب [illegible] اُڑتی سی پہونچی ہے

لگی ہے غیرت سے جو بات اُسکے کان ملاحت سے
وہ تیرے کان تک بھی اے ظفر اُڑتی سی پہونچی ہے

تو نے جو حق مین ترے کہا مجھے منظور ہے
آہ میری دار ہے اور دم مرا منصور ہے

پھر رخ بھی ہے دور مین اُس بت کی تمثال ہرن
اور رہا تھے پر شفق سے قشقہ سیندور ہے

ای تصور مجھکو پہونچا دیسے جانان تلک
مین ضعیف و ناتوان ہون اور جانا دور ہے

ہے جہان مین نور و ظلمت رخ و زلف یار سے
ایکروز روشن انمین اک شب دیجور ہے

سو داغ جگر میری سینے مین ہونگی کم
کیون لگاتا چارہ گر تو مرہم کافور ہے

تیر تھا کیا زہر آلودہ ترا ناوک فگن
زخم ہے جو میرے سینہ مین سو وہ ناسور ہے

یہ جو دو ٹکڑے ہین میرے دل اے جوہر شناس
ایک گوہر نور ہے اور ایک کوہ طور ہے

ہم جہان سے لیکے جائینگے دل پر آبلہ
اپنا توشہ تو یہی اک خوشہ انگور ہے

جانتا سارا زمانہ ہے ظفر کو عشق مین
وہ ترا دیوانہ مجنون سے سوا مشہور ہے

ہمنے لکھکر انھین بھجوائی خبر اور ہی تھی
مخبرون نے وہان پہونچائی خبر اور ہی تھی

جی مین آتا ہے قلم ہاتھ کرون کاتب کے
کہ لکھی اور ہی لکھوائی خبر اور ہی تھی

شکر ای نامہ بر آیا تو سلامت ورنہ
پہلے آنے سے ترے آئی خبر اور ہی تھی

تجھ نے دی خوش خبری کب مین بیمار کو صد
ہر خبر مین تری جو بھائی خبر اور ہی تھی

پھولے جامہ مین سماتے تھے نہ گلہائے چمن
آج کچھ باد صبا لائی خبر اور ہی تھی

پانون رکھتے ہوئے اُس کوچے مین ہوش اُڑ گئے
ہمنے اُڑتی سی جو سن پائی خبر اور ہی تھی

محبت اُسکی صنم کی خاص ایمانی کا تقاضا ہے
پریشان ہونا اُسکو مسلمانی کا تقاضا ہے
خیال زلف جانان کی پریشانی کا تقاضا ہے
جو آتش میں کی شعلہ افشانی کا تقاضا ہے

دیگر

کمند ایسا نہو مار سیہ عاشق دلجلے کے	کہ تیری ناف پر سیلی بلا جادو کی سیلی ہے
کیا ہی بوسہ عارض کا اُسکے قصد جب دلنے	تو کھائی مُنھ پہ اپنے جنبش گیسو کی سیلی ہے

ظفر رکھتا ہے الفت مین تری وضع فقیرانہ
بنائی آہ کی اُسنے چھڑی آنسو کی سیلی ہے

اُس نگاہ مست کے مستون کی مستی اور ہے	اور می ہے اور اُنکی می پرستی اور ہے
ابر مژگان سے بندھے جس طرح اشکون کی جھڑیا	اس طرح سے کب گھٹا کوئی برستی اور ہے
نیم غمزہ پر ترے ہم بیچتے ہین اپنا دل	اس سے بھی کوئی زیادہ جنس سستی اور ہے
غنچہ کی مٹھی مین زر ہے پر نہین ہے تو کرم	تنگیے دل اور ہے اور تنگدستی اور ہے
جو بلندی چاہتا ہے اپنی مثل گردباد	چرخ کی گردش دکھاتی اُسکو پستی اور ہے
ہستی یکدم پہ اپنی تو جو ہنستا ہے شرر	تیری اس غفلت پہ ہنستی تیری ہستی اور ہے

ای ظفر پستی ہین دل مین رنج و غم درد و الم
ابتو کچھ اس خانہ ویران مین بستی اور ہے

ست بے سرکشے کافر کج کلاہی	بحسن آفتابے بر عذار ماہے
معطر کن بعنبر جان دو عالم	بگیر افشانی زلف سیاہے
مسخر یک غمزہ سازد جہان را	کمند چون ز مژگان صف آرا سپاہے
ہر گام در راہ مہر و محبت	دو دیدہ بدنبال او داد خواہے

دیگر

[illegible]

خاکساری کیمیا ہی جو ہوا اس میں خاک
جبکہ وہ بار اپھر اشارہ اسکے ابرو کا ہوا
دل میں ہیں سو طرح کے ڈر دیکھیے ہوتا ہی کیا
سینۂ افلاک میں ہوں کتنے روزن دیکھیے

ایک بار جسکو ہم اکسیر پھر پہونچی تو ہی
انجمن میں نوبت شمشیر پھر پہونچی تو ہی
لیکے دان مجھکو میری تقدیر پھر پہونچی تو ہی
میری ہر اک آہ مثل تیر پھر پہونچی تو ہی

رحم آگیے یا نہ آئے لیکن انکے تا گوش
ای ظفر فریاد بے تاثیر پھر پہونچی تو ہی

گر آئے دل میں وہ درد و لیجا جانانہ واجب ہی
بھرے ہی دامن اپنا ہر چمن پھولوں سے ایساقی
اٹھائے تو جو منہ سے برقع فانوس محفل میں
بہت کرتا ہی دعوی زاہد اپنی پارسائی کا
خبر ہے ہم اسیروں کی کہاں صیاد بے پروا
اگر ہے درد سر ہی سر بسر ہو مہربانی سے
مجھے آرایش ان زلفوں کی ہی منظور کیوں ہے
محبت ہی مجھے ساقی سے باقی بعد مردن بھی

اگر غم تنہائی اس گھر میں کوئی ہمخانہ واجب ہی
تجھے بھی مے سے پھر شیشہ و پیمانہ واجب ہی
جلے ای شمع غیرت سے اگر پروانہ واجب ہی
تجھے دکھلانا اسکو جلوۂ مستانہ واجب ہی
سمجھنا اپنے آنسو ہی کو آب و دانہ واجب ہی
ذرا سن لینا میرے درد کا افسانہ واجب ہی
بنا دوں پنجۂ مژگان کو گر شانہ واجب ہی
بنانا خاک سے میری خم و خمخانہ واجب ہی

ظفر جوش بہار حسن ہے اس رشک گلشن کا
زیادہ دل کو ہوتا اندنوں دیوانہ واجب ہی

دیگر

دیگر

خاک اُڑاتا کونسا دیوانۂ ناشاد ہی
اب تو نی مجنوں ہی نی وامق ہی نی فرہاد ہی

لکھو نہ لکھو خط شکستہ سے خطای ہجران شکن
تو نے مارا ہی جسے دکھلاکے یہ بوٹا سا قد

کیا ستم ہی دیکھو تو تیرے ہوا شوق مین
دیکھو تو کیا ضبط ہی دم بھی نہین ہم مارتے

قتل کرتا ہی ہمین لعل لب جان بخش یار
تیرے مجنون مین کہان لہو ہو جو کوئی فصد لے

گردباد ون سے جو صحرا آج گردآباد ہی
اپنے دم سے کشور عشق و جنون آباد ہی

تیری زلف پر شکن بھولے نہین ہم یاد ہی
نخل اُسکی گور پر یا سرو یا شمشاد ہی

خاکساری خاکسارونکی ہوئی برباد ہی
ورنہ ہر اک استخوان مین مثل نی فریاد ہی

تو مسیحا بھی ہمارے واسطے جلاد ہی
ورنہ ہر اک خار صحرا نشتر فصاد ہی

کر دیا آگاہ اسرار دو عالم سے ظفر
عشق ہی مرشد ہی میرا عشق ہی اُستاد ہی

ای پری خط مین جو وان تحریر ہو گی اور ہی
دیکھو زخم دل ہلال آسا کہا جراح نے

نی نوازون کی صدائی مین ہی تاثیر اور
ہمنشینو بیٹھے باتین یہ بناتے ہو یہین

جو تری زلفون کے سودائی ہین انکے واسطے
ہو گے جنکے یار تم ہونگے نہ مجھسے بد نصیب

مین پڑھا جن ہون یہان تدبیر ہو گی اور ہی
زخم یہ جسکا ہی وہ شمشیر ہو گی اور ہی

نالۂ دل کی مرے تاثیر ہو گی اور ہی
جب وہان جاوٴگے تم تقریر ہو گی اور ہی

طوق ہو گا اور ہی زنجیر ہو گی اور ہی
مہربان اُنکی تو کچھ تقدیر ہو گی اور ہی

ہون مین نرگس جادو ہی کیا بلا تیری
کہ سحر و ساحر سحر آفرین یہی تو ہی

وہ پوچھتا ہی مجھے اور سامنے ہون مین
یہ انتہا کوئی بھی کہتا نہین یہی تو ہی

صفا ہو دل تو وہ دوری مین بھی ہو پیش نظر
کہ اُسکے دیکھنے کی دوربین یہی تو ہی

گلی سے یار کی جائین کہان ہم اے واعظ
کہے ہی تو جسے خلد برین یہی تو ہی

کرے وہ کندہ ظفر دل پہ میرے اپنا نام
کہ اُسکے نام کو زیبا نگین یہی تو ہی

تمھارے بیمار ہجران کی جو حالت کل سے اور ہی ہی
نہین پہچانی جاتی اُسکی صورت کل سے اور ہی ہی

کہہ رہا تھا تو پرسون بھی مرا آئینہ رو مجھ سے
ولیکن دیکھتا ہون کچھ کدورت کل سے اور ہی ہی

الٰہی خواب مین دیکھا تھا کل کس آفت جان کو
کہ رہتی جان غمگین پر اک آفت کل سے اور ہی ہی

لیا تو نے جو کل کی بات وعدہ کل کے آنے کا
تو دل بیکل مرا اے ماہ طلعت کل سے اور ہی ہی

خبر آجائے کہ کس وحشی نگہ نے کل مجھے دیکھا
کہ مین جو دیکھتا ہون مجھکو وحشت کل سے اور ہی ہی

ہمیشہ عشق مین مجھکو نیا اک رنج رہتا ہی
کہ پرسون اور تھی مجھپر مصیبت کل سے اور ہی ہی

اگر رونا رہا میرا یہی آجائے گا طوفان
الٰہی خیر ہو گریہ کی شدت کل سے اور ہی ہی

نکر واعظ یہ کل کل مجھسے فردا ہے قیامت کی
جدائی مین کسیکی یان قیامت کل سے اور ہی ہی

ظفر سنتا ہون مین اُنسے نئے اپنے گلے شکوے
کہ کل تک اور تھی اُنکو شکایت کل سے اور ہی ہی

مطلع ثانی

وہ دیکھتا ہے تجھے دیدۂ تصور سے
ہزار پردے میں بھی تو ظفر کے سامنے ہے

الہی دل وارستہ کیوں حرص و ہوس میں بند ہے
شعلہ ہو سکتا کہیں بھی خار و خس میں بند ہے

یہ ہوئی برسات اب کی جوش گریہ سے مری
قافلوں کو آمد و رفت اس برس میں بند ہے

ہیں وہ نالے دم مارے گر انکے آگے سے
دم ابھی ہو جاتا اسکا اک برس میں بند ہے

جائیگا اڑ کر کہاں صیاد یہ مرغ اسیر
ایک تو پر بند ہے اُسپر قفس میں بند ہے

پھرتا تھا چھوٹا ہوا سیرا دل وحشت زدہ
آگیا جس دن سے ظالم تیرے بس میں بند ہے

عقل کے کوچے میں کیا اندیشۂ فاسد کا کام
آمد و شد دزد کی راہ عسس میں بند ہے

آگے پیچھے پھرتے ہیں غماز کیا تجھ سے ظفر
ہو گیا دل اپنا فکر پیش و پس میں بند ہے

گذرتی ہے جو دل پر تجھ سے چشم نم ہویدا ہے
کہیں گو ہم نہ منہ سے ایک منہ پر غم ہویدا ہے

غم و شادی ہیں باہم دونوں اس گلزار ہستی میں
رخ خندان گل پر گریۂ شبنم ہویدا ہے

چھپائیں کس طرح سے دل میں ہم شور محبت کو
کہ آہ آتشیں سے وہ نوائے ہمدم ہویدا ہے

ذرا غفلت سے کھول آنکھیں کہ تیرے خود بیان میں
تماشائے جہاں مانند جام جم ہویدا ہے

نہ سمجھو اسکو ماہ نو فلک کے آئینہ میں یہ
کسی مہوش کا عکس ابروئے پرخم ہویدا ہے

نہیں ہے خرد کوئی فیض سے خالی بزرگوں کے
کہ ہر ذرہ میں نور نیر اعظم ہویدا ہے

عشق کی گرمی سے دل میں ایسی جلتی آگ ہے — سانس ٹھنڈی بھی جو بھرتے ہیں تو نکلے آگ ہے

اشک سوز دل سے چشم میں کیا ہم کہ عدو میں سوزناک — جانے آپ اس چشمہ سے دیکھو نکلتی آگ ہے

سرخ ہیں رنگ حنا سے وہ ان کف پا نگار — حسرت پابوس یاں ان کے لبوں سے لگتی آگ ہے

آہ کے ہمراہ سینہ سے نکلتے ہیں شرار — واہ کیا منقل کے اندر سے نکلتی آگ ہے

خاک پہ دل تفتگان کی جب گئے رکھ کر گھٹا — برق کے دامن میں لیکے گرد ان چلتی آگ ہے

سوز الفت سے نہ جب تک جل کے خاکستر ہوئے — سینۂ سوزاں سے میرے کوئی ٹلتی آگ ہے

پھول جھڑتے ہیں چراغوں سے جو تم ہنستے ہو ظفر — میری نظر میں نہ انگارے اگلتی آگ ہے

اسلیے اُن سے طبیعت ہوئی پابند اپنی ہے — کہ پسند اُنکی نہیں وہ جو پسند اپنی ہے

بے پر و بال سمجھتا ہے جہاں پر اقبال — بھول جاتا وہاں پرواز پرند اپنی ہے

گردن دل میں مرے ناز نظر سے ڈالی — غضب اُس چشم مفتن نے کمند اپنی ہے

پردہ گوش فرشتوں کے پھٹے جاتے ہیں — ہیر انا الحق جو صدا اکثر بلند اپنی ہے

آپکی سامنے اُسکے لب شیرین کی نبات — کیوں جتاتا ہے حلاوت کو قند اپنی ہے

ہوتی اک بوسہ لب سے نہیں اپنی سیری — بلکہ ہو جاتی طلب اور دو چند اپنی ہے

دیکھیے خاک ہو برباد ظفر کس کس کی — آج دکھلاتا وہ رفتار سمند اپنی ہے

چارہ گر اور لگا اپنے کترنے پھاہے
یہ تو سب خون میں ہیں زخم جگر کے پھاہے

سب یہ کھل جائیگا میرے دل مجروح کا حال
دل کے زخموں سے ذرا بھی جو یہ سرکے پھاہے

جب تلک زہر میں آلودہ نکرے نہ لگا
زخم پہ تیغ شمشیر نظر کے پھاہے

چارہ گر آگ سی نکلے ہی مرے زخموں سے
ہاتھ اپنا نہ جلا ہاتھ سے دھر کے پھاہے

بھر کے زخموں میں مرے بس کے تھوڑا سا نمک
گر لگانا نہیں تیزاب میں بھر کے پھاہے

ایک خورشید بھی اُنمیں سے ہے جتنے ہیں داغ
کئی داغ دل سوزاں سے اُتر کے پھاہے

دیکھ کیا سرخ ہے خون سے ہیں برنگ گل سرخ
خوشنما سینۂ زخمی پہ **ظفر** کے پھاہے

دل اُسکی زلف میں ڈھونڈا جو داغ دل ڈھونڈھے
کہ شب کو گم ہوا گر کچھ چراغ سے ڈھونڈھے

بنائے کوئی جو اُس رخ پہ خال کا جس کا
نمونہ پہلے وہ اک چشم زاغ سے ڈھونڈھے

مرے قفس کے بھی رکھنے کو جا ہے صیاد
بڑا ستم ہو کہ تو دور باغ سے ڈھونڈھے

پھرے ہی ڈھونڈھتا دیر و حرم میں کیا غافل
کبھو کہ بیٹھ کے یکجا فراغ سے ڈھونڈھے

جو کوئی آپ کو پائے تو اسکو بھی پائے
سراغ یار کا اپنے سراغ سے ڈھونڈھے

ہمارے دل کو وہ گم کرکے ہاتھ سے اپنے
اگرچہ ڈھونڈھے کبھی تو اک داغ سے ڈھونڈھے

شراب پائے نہ اس چشم کی سی کیفیت
ظفر ہزار وہ چشم ایاغ سے ڈھونڈھے

واب مین اگر جگاتے ہین وہ شب کو مجھے	نیند آنکھون مین جو کوئی لحظہ بھر آجاتی ہی
یونکہ ہو جائے نہ لکھتے لکھتے خط اشکون سے تر	آپ رونا مجھکو اپنے حال پر آجاتی ہی

اُسکی جب تصویر سینہ سے لگا لیتا ہون مین
چین میری جان مضطر کو ظفر آجاتی ہی

آبلے کے پاس ہین کیا داغ سینہ پر کئی	گرد اک شیشہ کے ہین رکھے ہوئے ساغر کئی

مطلع ثانی

رخ پہ بالا کان کا بالے پہ ہین گوہر کئی	ماہ پر ہالہ ہی اور ہالہ پر ہین اختر کئی
دل کے داغون کے کھلے حال اسپہ کیا جبتک نہ مین	خط مین بھیجون رکھ کے برگ لالۂ احمر کئی
ایک جنبش اپنی مژگان کو اگر دیتے ہین وہ	ڈوب جاتے ہین رگ جانمین مری نشتر کئی
مختصر ہوتا نہین وہ قصۂ زلف دراز	روز اس جھگڑے مین ہوتے ہین سیہ دفتر کئی
حال مرغان چمن کا تو نہین معلوم پر	ہین پڑے اکھڑے ہوے گلشن مین بال و پر کئی
محکمہ مین آتے ہی اُس قاتل سفاک کے	ہو گئے صد چاک دم مین خون کے محضر کئی
ایک جلوہ سے ترے رخسار کے ای شمع رو	ہو گئے پروانہ سان دل جل کے خاکستر کئی
ہو برا اس سخت جانیکا کہ اُسکے ہاتھ سے	رہ گئے پہلو مین میرے ٹوٹکر خنجر کئی
دل کے در پی ہین وہ زلف و کاکل و چشم سیاہ	اک مسلمان کے ہین پیچھے پڑ گئے کافر کئی
جمع سورج کنڈ پر ہندو ہوے یا ای ظفر	خال یہ اُس مہروش کے ہین زنخدان پر کئی

وہ کرتا ظلم ہی مرے ہاتھو ناحق | مرے ہاتھو ناحق وہ کرتا قتلم ہی

ظفر کیا ستم ہی ہوا دوست دشمن
ہوا دوست دشمن ظفر کیا ستم ہی

جب وصل دلربا کی تدبیر بن کے بگڑی
ابرو بنائے اپنے تونے جو ای پریرو
صورت بگاڑ دی ہی کیا وحشت جنون نے
تم کیا بنا رہے ہو ای غافلو عمارت
خواہش مین زر کی تمنے دی چھوڑ خاکساری
دیکھو بگاڑ اپنی قسمت کا اُنکے آگے

ہم سمجھے اپنے دل مین تقدیر بن کے بگڑی
مسجد مین پھر پریکی شمشیر بن کے بگڑی ہی
اپنی مصوروں سے تصویر بن کے بگڑی
دیکھو جہان مین کیا کیا تعمیر بن کے بگڑی
کیا کیا میان مہوس اکسیر بن کے بگڑی
سو بار بات وقتِ تقریر بن کے بگڑی

جس وقت زلف لیلی بکھری ظفر سنور کر
مجنون کے واسطے اک زنجیر بن کے بگڑی

کو دکان اشک کو کب تک سنبھالے جائینگے
پابرہنہ پھرتا ہون مین دشت مین دیوانہ وار
جائیگی جسدن وہان سو غاش انکے واسطے
دیکھیے کیا ہوے گا جب محکمہ مین حشر کے
جبکہ اُس کوچے مین ہم بیٹھینگے مثل نقش پا

ایک دن یہ چشم کے گھر سے نکالے جائینگے
کس طرح سے یہ مرے پائون کے چھالے جائینگے
اور غیر از معصیت ہم یان سے کیا لیجائینگے
کاغذ اعمال اپنے دیکھے بھالے جائینگے
ہمنشین دیکھین ہمین کیونکر اُٹھالے جائینگے

یونہیں ہمسے جو تیری اے بت گمراہ بگڑیگی
تو پتا ہم بھی ہان رکھتے ہین خاطر خواہ بگڑیگی

بکھیرا اُس بت کی زلف اے دل جو رہیگی اُس سے بنکر
نہین تجھسے سنور سکنے کی جب واللہ بگڑیگی

بنائے تیری صورت دیکھکر بہزاد یہ صورت گر
کہ جو صورت بنائیگا وہ شکل ناگاہ بگڑیگی

نہ بنتے ہم تمھارے آشنا گر یہ خبر ہوتی
کہ یون ہمسے طبیعت آپکی ناگاہ بگڑیگی

بگڑ جائیگا حال اپنا اگر یہ دم مین دم جبتک
کبھی تجھسے نہ اپنی اے غم جانکاہ بگڑیگی

ترے عارض سا قرآن کیا بنا کر کوئی لکھیگا
بھووین تجھ روبرو پہلے ہی بسم اللہ بگڑیگی

نہ کر بننے بگڑنے کا خیال اصلا کہ دنیا مین
سنے گی اے ظفر جو چیز اک دن آہ بگڑیگی

شکر اللہ ہمسے یہ کافر صنم اچھے رہے
حق پرست و بت پرستی مین بھی ہم اچھے رہے

وہ برا کہتے رہے ہمکو پر انکے عشق مین
جیسے ہم اچھے رہے ایسے بھی کم اچھے رہے

مرگ تو ہو جائیگی سب خاک لیکن جیتے جی
جو رہے اس یار کی خاک قدم اچھے رہے

بعد مردن داغ دیتے ہین فقیرونکو درم
ہم رہے اے دل یہان تو بے درم اچھے رہے

ہو نہین سکتا نوشتہ ہے زیادہ ایک حرف
اسپہ جو راضی رہے وہ یک قلم اچھے رہے

اے بت کافر ترے شیدا محبت مین تری
مر گئے تو بھی وہ اللہ کی قسم اچھے رہے

ہے یہان کی اشکباری رحمت باری ظفر
ابر آسا جو رہے با چشم نم اچھے رہے

دیگر

دیگر

مری سوز محبت نے یہ مجھسے شرارت کی
تپ غم نے مرے جو اسقدر پیدا حرارت کی

بلا غارت گری آتی ہی ظالم تیرے غمزہ کو
شاع صبر و طاقت سب ہی اک پل مین غارت کی

یہ رکن سلطنت ہین عشق کے جو نور دل و دیدہ
اسے عہدہ وزارت کا اُسے خدمت نظارت کی

بسر خاک پا یار سے ہووے اگر سرمہ
تو پھر دیکھو مری آنکھو مین تم قوت بصارت کی

کبھی رتبہ بلند اُنکا ہو جو پست ہمت ہین
دکھائین گر بلندی لاکھ وہ اپنی عمارت کی

نہین آگاہ وہ رنگین ادا رنگ محبت سے
اگر سے سوز رنگ سے گو خط مین رنگینی عبارت کی

ظفر جو آپ کو سب سے یہان کمتر سمجھتے ہین
کسیکو دیکھتے ہین کب وہ آنکھون سے حقارت کی

جب کی جفا کسی پر اے ہمنشین نئی کی
سب سے یہی کی اُسنے ہمسے نہین نئی کی

جلاد ہی رہا وہ حق مین مرے ہمیشہ
روز اُسنے تیز مجھپر شمشیر کین نئی کی

ہین شیخ و برہمن کے قصے وہی پرانے
بات ایک ہی تو حاصل ہمنے نہین نئی کی

کی کس سے ہاتھا پائی مستی مین یہ جو نوفی
پوشاک ٹکڑے ٹکڑے اے نازنین نئی کی

وہ مہروش جو آیا گھر میرے بن بلائے
یہ تونے آج گردش چرخ برین نئی کی

اک حسن کیا کہ تجمین ہین خوبیان ہزارون
تعریف تیری جسنے کی مہ جبین نئی کی

باندھے نئے مضامین جنکو ظفر سب اُسمین
تجویز جس غزل کی ہمنے زمین نئی کی

دیگر

ظفر بات اُس لب شیرین کی سن پائینگے کوئی
تو پانی شرم سے کیا کیا نبات و قند ہوئینگے

آپ جو تشریف یہاں سے مہرباں لیجائینگے
حضرت دل دیکھیے مجھکو کہاں لیجائینگے

ہم کفن میں بھی جلینگے شعلۂ فانوس وار
ساتھ اپنے یہ اگر سوز نہاں لیجائینگے

جاؤن کیونکر اُنکے مین در تک سگ دربان بھی
جیب و دامن کی اُڑا کر دھجیاں لیجائینگے

چاہیے پرچہ خبر کا دل کی کیا اُنکے لیے
پارۂ دل قاصد اشک رواں لیجائینگے

جبکہ جلینگے تو خورشید درخشاں پر بھی [illegible]
ای فلک یہ شعلۂ آہ و فغاں لیجائینگے

کرتے ہین فکر عمارت مین بسر جوانی عمر
کیا اُٹھا کر اپنے سر پر وہ مکاں لیجائینگے

ای ظفر بہتر ہی خاموشی خدا جانے کہ تو
کیا کہے گا اور وہ دل مین کیا گمان لیجائینگے

دیگر

لڑکپن کا وہ تیرے سن یاد ہی
ترا روٹھ جانے کا دن یاد ہی

نہیں بھولتا کوئی معبود کو
اُسے کرتا ہر انس و جن یاد ہی

جو ٹھہرا ہی روز اُسکے آنیکا یاں
دلا روز گن یا نہ گن یاد ہی

نہیں بھولتا دل سے عاشق ترا
تری ایک پل ایک چھن یاد ہی

نہ کر امتحان ہمنے جو کہدیا
ہمیں تو وہ ای ممتحن یاد ہی

گئے بھول سب عیش دنیا کے ہم
نہیں کوئی بھی یار بن یاد ہی

ہمتو ہیں روز کے غم کو ہنسی میں ٹالتے
اور وہ رنج کو ہمارے ہیں ہنسی میں ٹالتے
کرتے ہیں اہل دول دولت میں عمر اپنی بسر
اور ہیں مفلس دن اپنے مفلسی میں ٹالتے
ایسی نہ تھا اپنا کہ لیتے زلف سے دل کو بچا
اس بلا کو کیونکہ ہم اس بیکسی میں ٹالتے
تیرے مجبوروں کو ہو گیا ترستے بیٹھے غرض
کوئی دم ہیں یاد چشم نرگسی میں ٹالتے
وہ جو خرقہ میں گزرتے ٹالتے ہیں دن فقیر
انکو منعم ہیں لباس اطلسی میں ٹالتے
وہ شب وعدہ بھی آتے آتے کر دیتے ہیں صبح
رات ساری ہیں یہ ہمیں کل بے بسی میں ٹالتے

ٹالنے کی انکو آتی ہیں بہت باتیں ظفر
گہ کسی میں ٹالتے ہیں گہ کسی میں ٹالتے

ہم وہ نا کہتے آئے ترے رات وہ ہم سے
اور آئے بھی تو کی نہ ملاقات وہ ہم سے
بیٹھے لگا کے تاک ترے در پہ ہمتو کیا
ملنے کی کچھ لگا نہ سکے گھات وہ ہم سے
آنکھیں دو چار تجھ سے جو ہوتی کبھی کہیں
کر سکتے ہم نہیں ہیں اشارات وہ ہم سے
باتیں بہت بنا ہیں پر تیرے رو برو
ہم سے نہیں بن آتی کوئی بات وہ ہم سے
لکھتے ہیں خط جو تجھکو یہ لکھا نصیب کا
لکھ سکتے دل کے ہم نہیں حالات وہ ہم سے
نے بھیج سکتے ہیں کوئی پیغام خوف سے
نے بھیج سکتے ہیں کوئی سوغات وہ ہم سے

کرتا ہے پاس آنے کا تیرے ظفر جو قصد
آتے ہیں سو طرح کے خیالات وہم سے

[illegible]

قطعہ

[illegible]

زہرہ جبین ہین ابھی لیکن ترے سوا — روشن جہان مین مثل قمر کسکا نام ہی
جسدن سے کی ہین عشق نے خانہ خرابیان — ہم گھر کو جانتے نہین گھر کسکا نام ہی
کہتے ہو نامہ غیر نے ہمکو نہین لکھا — سرنامہ پر تو کیجے نظر کسکا نام ہی

بدنام ہی جہان مین ظفر جنکے واسطے
وہ جانتے نہین کہ ظفر کسکا نام ہی

دیگر

[illegible]

مری آنکھون کی وہ اک چشم تر بہتیری آتی ہی — تسلی ہو نہ ہو دل کی خبر بہتیری آتی ہی
کیا ہی کیا فسون تو نے کہ دل تجھ سے نہیں پھرتا — برائی دل مین اے بیداد گر بہتیری آتی ہی
جو لیکر گل چمن مین دیکھتے ہین ہم رگ گل کو — تو ہمکو یاد اس گل کی کمر بہتیری آتی ہی
گئے عارض پہ دیکھا زلف کا کچھ اور ہی عالم — گھٹا یون بھی چمن مین جھوم کر بہتیری آتی ہی
ہم اس چشم تصور ہی کو اپنا جام جم سمجھین — اسی مین ہمکو کیفیت نظر بہتیری آتی ہی
عنایت نامہ آتے ہین جو انکے پاس اوروں کے — تو حسرت ہمکو بھی اے نامہ بر بہتیری آتی ہی

ہوا انکو ترے رنج و غم مین تو کیون مضطرب اتنا
کہ آفت عشق مین تو اے ظفر بہتیری آتی ہی

بندھا جس روز سے ہمکو خیال الف تیرا ہی — پریشان حال ہون ایسا کہ سب کہتے ہین سودا ہی
نہ پوچھو ہمنشین تم میرے آنسو کہ دریا ہی — امنڈ آتا ہی جسدم پھر کوئی روکے سے رکتا ہی
مرے آئینہ دل مین ہی عکس خال کا کیسا — نہ سمجھو نکتہ فہم اسکو جو کہتا ہی سویدا ہی

[illegible]

دیگر

[illegible] ظفر [illegible]

ہمکو ای دلبر تری محفل میں گنتا کون ہی
زخم شمشیر ادا اور روزن تیر نگاه
لا کہو غنچون کی گرہ تو کہولے لیکن ای صبا
کچہو نہ پوچہو ای ستمگار دبتاؤن کیا تحسین
ہائین شہیر ہسے ہزاروں کشتہ تیغ ستم
دم میں دم جبتک ہی چلی کر توره عمر روان

ہیچ ہی ایسے بید لعل کو دل میں گنتا کون ہی
ہیں ہزاروں سینۂ بسمل میں گنتا کون ہی
تجہکو حل عقدهٔ مشکل میں گنتا کون ہی
داغ ہیں کتنے دل غافل میں گنتا کون ہی
ہمکو ای دل کوچۂ قاتل میں گنتا کون ہی
ای مسافر کوس اس منزل میں گنتا کون ہی

چشم سیری جب سے دریا پر ظفر ہی اشکبار
موتیون کو دامن ساحل میں گنتا کون ہی

جہان ویرانہ ہی پہلے کبھی آباد گھر یان تھے
شغال اب ہیں جہان رہتے کبھی بستے بشر یان تھے
جہان چٹیل ہی میدان اور سراسر ایک خارستان
کبھی یان قصر و ایوان تھے چمن تھے اور شجر یان تھے
جہان پھرتے بگولے ہیں اڑاتے خاک صحرا میں
کبھی اڑتی تھی دولت رقص کرتے سیمبر یان تھے
جہان ہیں سنگریزے تھے یہان یاقوت کے تودے
جہان کنکر پڑے ہیں اب کبھی رولتے گہر یان تھے

ہماری آنکھ دوڑے جس طرح اُن بحر خوبی پر	جہاز ایسا کہان پانی کے اوپر تیز چلتا ہی
چلا ہی جلد کسکے ذبح کرنیکو خدا جانے	لیے خنجر بکف جو وہ ستمگر تیز چلتا ہی
اگرچہ طائر شوق اپنا ہی بے بال و پر لیکن	پرندہ بھی نہین اُسکے برابر تیز چلتا ہی

درازی وصل کی شبکو ظفر گر ہو تو کیونکر ہو
کہ اُس شب اور چرخ کینہ پرور تیز چلتا ہی

مجھکو اپنے دلربا کا دھیان بھی جو ہی سو ہی	اور دل مین وصل کا ارمان بھی جو ہی سو ہی
زلف سرکش یہ تری کیا رہزن دین ہی فقط	بلکہ کافر دشمن ایمان بھی جو ہی سو ہی
منزل ہستی سے ظالم ہو ترے عاشق کا کوچ	اور مہیا کوچ کا سامان بھی جو ہی سو ہی
شاخ گل کا بن چمن مین یار ہی جیسے شگفتہ رنگ	اور غنچہ ہمسر پیکان بھی جو ہی سو ہی
تازہ غمزہ ہی ترا ظالم ہی کیا قہر و ستم	بلکہ آفت ہر ادا و آن بھی جو ہی سو ہی
کیا تماشا ہی کہ منھ چڑھتا ہی تیرے آئینہ	اور صورت دیکھکر حیران بھی جو ہی سو ہی
ای صنم قدرت خدا کی ہی ترا حسن و جمال	اور پھر اسپر شکوہ و شان بھی جو ہی سو ہی
ہاے کس کسکو سنبھالو ہمین فراق یار مین	دل ہی کیا بیتاب مضطر جان بھی جو ہی سو ہی

وان تو ہین بد عہدیان پر اب تلک یان ای ظفر
عہد بھی جو ہی سو ہی پیمان بھی جو ہی سو ہی

کہان مژگان تر سے ابر دریا بار ہمسر ہی	سمندر سا منہ اس چشم کے چشمہ سے کمتر ہی

دیگر

زلف کرتی ہی رخ پر اسطرح چہل پل سیاہی
اکطرف ہی چاندنی سی اکطرف بادل سیاہی

جی لگے کیونکر مرا کیونکر کہ نظرون مین مری
گھر ہی ویرانہ سا بھی اور شہر اکجنگل سیاہی

چاہیے کیا روشنی مجکو شب تاریک مین
ساتھ میرے شعلہ میری آہ کا مشعل سیاہی

تار اشک سرمہ چشم سرمہ سا ہی یار کا
مصحف رخسار پر گویا خط جدول سیاہی

یون ہی بکتا ہی ہمیشہ ناصح بیہودہ گو
کون تم سے کے منہ لگے جلنے بھی دو چہل سیاہی

کل کے آنیکا الہی کسنے ہی وعدہ کیا
دل جو شوق وصل مین ہی آج اسقدر بیکل سیاہی

اخگر سوزان ہین وہ داغ محبت ای ظفر
دل پر آتش جنکے باعث سے مرا منقل سا ہی

غم ہجران سے گر صورت بدل جائے عجب کیا ہی
اور اس صورت سے دم میرا نکل جائے عجب کیا ہی

دکھاتا اپنے سر بازونکو ہی وہ جنبش ابرو
اگرچہ ہمدگر تلوار چل جائے عجب کیا ہی

اگر درد محبت سے اثر ہو نالہ دل مین
تو مثل موم پتھر بھی پگھل جائے عجب کیا ہی

مرا غمخوار میرے پوچھتا ہی گرم گرم آنسو
پھپھولون سے جو اسکا ہاتھ جل جائے عجب کیا ہی

بھرے گو سستی کا دم عدو پر سامنے میرے
جب آئے عشق کے میدان مین ٹل جائے عجب کیا ہی

تمھارے عشق جان سوختہ کی خاک مدفن پر
اگر برسات مین بھی گھاس جل جائے عجب کیا ہی

ظفر آگاہ ہی جو کوئی آداب محبت سے
وہ پابوسی کو اسکی سر کے بل جائے عجب کیا ہی

گرچہ وہ بیداد گر بیدرد و بے پروا تو ہی
پہ جو میں کچھ درد دل کہتا ہوں سن لیتا تو ہی

دیکھیے ہی کیا نوشتہ میں مگر ہوتا ہی کیا
اُس بت نو خط کو قاصد میں نے خط لکھا تو ہی

پوچھتے ہو اور کیا رونے کا میرے ماجرا
دیکھ لو چشموں سے ہم چشموں روان دریا تو ہی

دیکھتے ہیں جب برا احوال میرا عشق میں
پوچھتے ہیں ہنسکے وہ مجھسے کہو اچھا تو ہی

یہ نہیں معلوم مارا کسکو اُس سفاک نے
پر گلی میں اُسکے ہنگامہ سا اک برپا تو ہی

گر نہیں غمخوار وحشت میں کوئی میرا نہو
پوچھنے کو میرے آنسو دامن صحرا تو ہی

جانتا تھا میں کہ پہلو میں نہیں ہی میرے دل
پر چھری سے آج میں نے چیر کر دیکھا تو ہی

اگر بگڑ کر او بھی وہ کافر تو پھر کیسی بنے
تو نے زلف کج ادا کو ای ظفر چھیڑا تو ہی

مطلع ثانی

یہ نہیں ٹپکے میان ہر دو ابرو تنگ ہی
قبضۂ شمشیر میں اک ای جفا جو تنگ ہی

کیونکہ ہوں دل کھول کر باتیں کہ قسمت سے مری
جا سے بے قابو کشادہ جا کا قابو تنگ ہی

آبلہ میں پاؤں کے کیونکر سمائیں خار دشت
ای جنون انبوہ آمادہ اور تنبو تنگ ہی

دیکھ کر تحریر سرمہ چشم وحشی میں تری
ہوتا ہے سے گلے کے اپنے آہو تنگ ہی

ای دل دیوانہ ہی دامان صحرا تو وسیع
توسن وحشت کا لیتا کیوں نہیں تو تنگ گو ہی

منہ ہی کیا تیرے دہن سے ہو مقابل باغ میں
قافیہ غنچہ کا پہلے ہی سے گلرو تنگ ہی

زشت خصلت کو ہمیشہ رنج میں دیکھا ظفر
اپنی خوے بد سے رہتا آپ بدخو تنگ ہی

چاند کا ہی اور عالم مہرجبین کا اور ہی
چاند ہی وہ آسمان کا یہ زمین کا اور ہی

روے روشن پر ترے زلف کا سایہ نہیں | رات کی اُنگھی سیاہی دن رہا تھوڑا سا ہی

مطلع ثانی

دیدۂ تر جوش گریہ سے جو اک دریا سا ہی | دامن مژگان سراسر پاٹ دریا کا سا ہی

زلف سنبل خط ریحان چشم نرگس ہو تری | رخ برنگ گل دہن غنچہ سا قد بوٹا سا ہی

وصل کی شب ہر گھڑی گھڑیال کی سنکر صدا | پہونچتا اک دل کو صبح ہجر کا دھڑکا سا ہی

جو ہوا اُن آنکھوں کا مفتون اُسکو اک جنون ہی | جسکا اُن زلفوں مین دل اُلجھا اُسے سودا سا ہی

حال مجنون کا نہ لیے پوچھ اے لیلی منش | ہو گیا دست جنون مین سوکھ کر کانٹا سا ہی

دیکھنا اُس پستہ لب پر سبزۂ خط کی بہار | واہ کیا یاقوت احمر پر کیا مینا سا ہی

بیٹھا کیا باتین بناتا ہی اگر دیکھے اُسے | حال ہو جاتا ترا ناصح ابھی میرا سا ہی

جلوہ گر ہی وہ تجھی مین جسکا ہی مشتاق تو
ای ظفر تیری خودی پردہ میان پردا سا ہی

عزیزو گور مین کیا دل کا داغ جلتا ہی | اندھیرے گھر مین ہمارے چراغ جلتا ہی

نکیونکہ گل ہون سب خنگر کہ دیکھ کر تجکو | ہمیشہ باغ بھی ای رشک باغ جلتا ہی

ہوائے زلف سے بھڑکی یہ آتش سودا | کہ بوے مشک سے میرا دماغ جلتا ہی

بجاے بادہ بھرا کیا مرا چکیدۂ داغ | کہ آفتاب کا گردون ایاغ جلتا ہی

کہان ہی لالہ خودرو فغان بلبل سے | صبا تمام یہ دامان راغ جلتا ہی

خط نوشتہ سے تیرے دل بیتاب بھرتا ہی
یہی بوئی ہو وہ جس سے کہ سیماب بھرتا ہی

خبر لے جلد ای دریاے خوبی اپنے مضطر کی
کہ تجھ بن وہ مثال ماہی بے آب مرتا ہی

اوگے ہی سنبل اُسکی خاک سے جو تیرا آشفتہ
خیال زلف میں کھا کھا کے پیچ و تاب مرتا ہی

پلا اک جام ای ساقی کہ صورت زندگی کی ہو
کوئی مے نوش پیاسا بے شراب ناب مرتا ہی

پڑے ہی حلقۂ گیسو میں دل اُس بحر خوبی کے
یہ نادان ڈوب کر ناحق تہ گرداب مرتا ہی

چمن میں تو جو پژمردہ ہوا ہی دیکھ کر اسکو
مگر کچھ تجھ میں پانی ای گل شاداب مرتا ہی

کہے کون ای ظفر اُس سے سنو مے نوش غیروں میں
وگر نہ رشک سے پی کر کوئی زہراب مرتا ہی

مہر خط پر اور ہی قاصد نشانی اور ہی
لکھا مضمون اور تو کہتا زبانی اور ہی

کیوں سناتا ہی مرا افسانۂ غم قصہ خوان
نیند اُڑ جائیگی اُنکی قصہ خوانی اور ہی

ای تغافل کیش آنا ہی اگر تجھکو تو آ
کوئی دم عاشق کی تیرے زندگانی اور ہی

باندھتا ہی ابر دریا بار بھی تو یوں جھڑی
پر مژگان تر کی خونفشانی اور ہی

پانؤں سے تم مل چلے میرے دل خون گشتہ کو
یا ابھی منظور کچھ مہندی لگانی اور ہی

مہربانی ہو تو ہیں بھی تمھاری مہربان
پر جو ہی غیروں پہ وہ کچھ مہربانی اور ہی

ساقیا گردش میں لا ساغر کو جلدی ورنہ کچھ
لاتا چکر کوئی دور آسمانی اور ہی

آنسوؤں سے کم نہیں ہوتا مرا سوز جگر
بلکہ اس آتش کو بھڑکا دیتا پانی اور ہی

جو اپنا نقد دل و جان ظفر لگا وین ہم
قمار عشق مین اک آدھ داؤ ہو تو سہی

اُس عداوت کیش کو مجھسے عداوت ہی سہی
اس عداوت پر بھی جو مجھکو محبت ہی سہی

بھولتا ہرگز نہین مین اسکی قامت کا خیال
روز برپا میرے سر پر اک قیامت ہی سہی

کر چکے سارے اطبا بلکہ عیسیٰ بھی علاج
پر ترے بیمار ہجران کی جو حالت ہی سہی

کیا بتاؤن کہ ہی مجھسے وہ کیسا بیوفا
عشق مین اچھی نہین منھ سے شکایت ہی سہی

اُگیا آنکھون نہین دم ظالم ترے مشتاق کا
پر ترے دیدار کی آنکھون کو حسرت ہی سہی

حبِ دنیا کے نشے نے جنکو غافل کر دیا
تا بوقت مرگ اُنکو وہ ہی غفلت ہی سہی

میرے گریہ نے نہ دھویا یار کے دل سے غبار
اُسکے دل مین میری جانب سے کدورت ہی سہی

فصل گل بھی جا چکی لیکن ترے دیوانہ کو
وہ ہی سودا ہی سو ہی اور وہ ہی وحشت ہی سہی

اے ظفر مجھسے رہا جاتا نہین بے شغل عشق
کیا بتاؤن رنج ہی اُسمین کہ راحت ہی سہی

کچھ عجب آفت کا دور آسمان مین پیچ ہی
جسکے باعث سے جہان دیکھو جہان مین پیچ ہی

شاخ سنبل مین کہان ہی پیچ ایسا تمام
جو تمھارے کاکل عنبر فشان مین پیچ ہی

زلف پیچان کسکی دریا مین ہوئی سایہ فگن
پڑ گیا جو موجۂ آب روان مین پیچ ہی

کیا کرون آہ و فغان سن سنکے یہ کہتا ہی وہ
جانتا ہو نہین کچھ اس آہ و فغان مین پیچ ہی

دیگر

عشق کا آزار صحت سے ہی بہتر ای طبیب
جو رہے اس شوخ کے بیمار ہم اچھے رہے

اب خدا جانے کہ دل مین کیا بری آ گئی
پہلے تو ہمپر ترے لطف و کرم اچھے رہے

وہ رہے بلبل مگر پریشان انکو جمعی ہی
گل سے غنچہ ای نسیم صبحدم اچھے رہے

خاک آخر ہو گئے سب پر پہلے ہی جو خاکسار
ہو گئے اس یار کے خاک قدم اچھے رہے

ہر کسی سے راز دل کہہ بیٹھنا اچھا نہین
ای ظفر دنیا مین ہین اب لوگ کم اچھے رہے

غیر کر سکتا ہی کو مجھسے عداوت کیا ہی
مہربان دوست ہی دشمن کی حقیقت کیا ہی

جو نہ دیکھا تھا سو وہ عشق مین تیرے دیکھا
دیکھیے اور دکھاتی ہمین قسمت کیا ہی

زلف اکثر جو ترے کان لگی رہتی ہی
کہتی ہے کان مین ای کان ملاحت کیا ہی

سب جگہ ہی وہی اور سب کی نظر سے ہی نہان
پڑ گیا آنکھونپہ یہ پردۂ غفلت کیا ہی

ابرو دکھو تا ہی کیون کہدے یہ صاف آئینہ سے
اس سے تو ہو گا مقابل تری صورت کیا ہی

غمزہ کرتا ہی ترا ایک جہان کو غارت
یہ بلا کیا ہی خدا جانے یہ آفت کیا ہی

جلد آ جلد نکر دیر تو ای رشک مسیح
دیکھو تو اب ترے بیمار کی صورت کیا ہی

کیا کہون کہنے مین تو او مصیبت ہی سوا
مجھسے وہ پوچھتے ہین تجھپہ مصیبت کیا ہی

مین کرون شکوہ جو کچھ انکو محبت ہو ظفر
جب محبت ہی نہین ہی تو شکایت کیا ہی

کیا غضب ہی جو محبت کا ترے بھرتا ہی دم
اُسپہ ہوتا تیری محفل مین تبرا صاف ہی

دھو دیا رُوے زمین کو آب گریہ نے مرے
پر نہین ہوتا دل اُسکا ایک ذرا صاف ہی

حاشیہ کیا کیا چڑھاتی ہی محبت دیکھیے
ابتلک تو یہ کتاب دل معرا صاف ہی

جا نہ تو باتون پہ زاہد رندی آشنا مری
منھ پہ برا تا ہی پر دل مین یہ تیرا صاف ہی

آج مرغان قفس کے کیا کہین کتریگا پر
کر رہا مقراض کا صیاد پرا صاف ہی

حرص دنیا ہی بشر کے واسطے آلودگی
ہو گیا جس وقت یہ اُس سے مبرا صاف ہی

تیرے رشک قامت رعنا سے سر سرو کے
شہپر قمری چمن مین شکل ارا صاف ہی

ای ظفر ہمسر ہو کیا شعلہ دل بیتاب سے
دیکھکر بجلی بھی جاوے اُسکو تھرا صاف ہی

مصور سے ہمین کیا چاہیے دی تصویر کسکی ہی
ملے تصویر ایسی کسکو یہ تقدیر کسکی ہی

ہمیشہ آہ بھی کرتے ہین ہم نالہ بھی کرتے ہین
پر اُسکے دل مین ہوتی دیکھیے تاثیر کسکی ہی

تری تقریر ناصح خوب ہی ہان ہم بھی قائل ہین
مگر سنتا دل دیوانہ یہ تقریر کسکی ہی

ترا ہی ناز بیجا پائداری پر عمارت کا
رہی قائم یہان منعم سدا تعمیر کسکی ہی

بجز تیغ نگاہ یار کشت و خون عاشق پر
زیادہ تیز ہوتی دمبدم شمشیر کسکی ہی

کیا جو کچھ نصیبون نے نہ کچھ دل نے نہ آنکھون نے
کہون مین یہ خطا کسکی ہی اور تقصیر کسکی ہی

ظفر جو کچھ ہی پیشانی مین وہ ہی بات پیش آتی
کہ جاتی پیش اُسکے سامنے تدبیر کسکی ہی

طرز آنکھوں کی نرگس میں ہی خم زلف کا سنبل میں ہی
نقشہ ہی قد کا سرو میں رخ کی شباہت گل میں ہی

جام جہاں بین میں نظر آیا وہ کب جمشید کو
دیکھا تماشا ساقیا جو ہمنے جام مل میں ہی

سو ٹکڑے ہو گل کا جگر اک دم میں ای باد سحر
تاثیر درد عشق کی وہ نالہ بلبل میں ہی

جائیگا جس ملت میں تو پائیگا وہاں خبط و ملل
آرام گر منظور ہو تجکو تو صلح کل میں ہی

ہوتے ہیں زندہ مردہ دل بزم شرابا ب میں
اعجاز ای ساقی عجب اس خندۂ قلقل میں ہی

میرا دل شامت زدہ ظالم گرفتار بلا
ہی گاہ تیری زلف میں گاہی تیری کاکل میں ہی

خاموش رہنا چاہیے دنیا کی شورش گاہ میں
سنتا کیسکی ای ظفر یاں کون شور و غل میں ہی

یہ عمر ہمنے بسر سب شراب میں کی ہی
سفید ریش نہیں آفتاب میں کی ہی

گیا ہی بھول مری بیقراریاں قاصد
درنگ اس نے جو خط کے جواب میں کی ہی

بجا رہے نہیں اس کے حواس جسکی طرف
نگاہ آپنے خشم و عتاب میں کی ہی

بنا ہی چرخ پہ جو ماہ ساغر سیمیں
کسی نے بادہ کشی ماہتاب میں کی ہی

سمجھ حباب کو بحر جہاں میں ای غافل
کہ بند ایک ہوا اسی حباب میں کی ہی

ملا نہ رہنے کو جب گھر کہیں تو غم نے بسر
جگہ مرے دل خانہ خراب میں کی ہی

ہوئی جو پیری میں ثابت تو کیا وہی ہی خواب
کسی نے توبہ جو عہد شباب میں کی ہی

فلک پہ برق جہاں کے اڑا گئی میں ہوش
جو آہ ہمنے کبھی اضطراب میں کی ہی

نہ دل ان شعلہ رخساروں پہ لوٹے — بلا سے گرچہ انگاروں پہ لوٹے

تم اپنے تو بستر گل پر تمھیں کیا — کوئی حسرت سے گر خاروں پہ لوٹے

کہاں پایا یہ منھ جو ہنستے ہنستے — گل اُس گل کے دل افگاروں پہ لوٹے

نہیں زلفوں کے سودائی کو کچھ ڈر — پڑا شب کو سیہ ماروں پہ لوٹے

اسے جو دیکھ کر ہو برق بیتاب — زمین پر لوٹے دیواروں پہ لوٹے

گیا دل لوٹ میرا ان بھووں پر — وگرنہ کون تلواروں پہ لوٹے

ہمیشہ لوٹے بسمل کی طرح وہ
ظفر جوان طرحداروں پہ لوٹے

ہی جبکہ خلق سوچ کے تدبیر بولتی — کچھ اور ہی جواب میں تقدیر بولتی

ہنستا وہ گل چمن میں اگر کھل کھلا کے صبح — حیرت تھی کیا جو بلبل تصویر بولتی

برپا رہے ہی خانۂ زندان میں ایک غل — مجنوں کے ہی جو پانوں میں زنجیر بولتی

بلبل ہوا شوق کہ آندھی کے شور میں — کیا کیا ہی خاک عاشق دلگیر بولتی

گرچہ نہیں ہے سے نی استخوان میں دم — پر عشق کے ہی باعث تاثیر بولتی

افسوس عشق سے دل عاشق کے سر پہ زور — ہی وہ بلائے زلف گرہ گیر بولتی

تیرے کلام میں ہی وہ انداز اے ظفر
محفل میں آفرین دم تقریر بولتی

متفرقات قطعه

پونچھے آنسو نہ مرے آپنے غمخواری مین
ای پری وش ترے عاشق کا جو دیکھے حوال
فصد مجنون کی ترے لوگ کیونکر لیتا
ناتوان تیر اُٹھے بستر غم سے کیا خاک

اپنے دامن مین کبھی تم یہ گہر لے نسکے
نام بھی عشق کا پھر کوئی لبپر لے نسکے
کام نشتر کا وہ ہر خار سے گر لے نسکے
جبکہ کروٹ بھی اُدھر سے وہ اُدھر لے نسکے

تا نہ صد چاک ہو شانہ کی طرح دل اپنا
اُسکی زلفونکی بلائین یہ ظفر لے نسکے

غرور حسن سے گر وہ جلال مین آوے
اسیر زلف ہوا اُس خال رخ کو دیکھکے دل
کرے اس ابروے پرخم سے ہمسری کیونکر
وہ خال رخپہ جو بکھرے ہین آ زلف کے بال
حنا جو اُسکی قدمبوس ہو تو پھر کیونکر
بلا سے وصل کا دن ہو وہی ہی عید کا دن

تو اُسکی مہر نہ ذرہ خیال مین آوے
بغیر دانہ کے طائر نہ جال مین آوے
کہان ہے خم یہ کمان ہلال مین آوے
ستارہ دیکھیے کسکا وبال مین آوے
نہ حسرت اپنے دل پایمال مین آوے
کہ ایکبار تو وہ ایکسال مین آوے

ظفر وہ خواب مین کس طرح آئے میرے پاس
کہ جب نہ خواب ہی رنج ملال مین آوے

زوال سے نہ زر سے نہ تدبیر سے چمکے
یہ انجم تابان نہین شعلے ہین فلک پر

چمکے اگر اقبال تو تقدیر سے چمکے
آہ جگر عاشق دلگیر سے چمکے

سلام

قطعه

کہا یہ شاہ نے اعدا سے چاہیے تمکو
یہی ہے دل میں مرے آرزو کہ ہو تہ تیغ
سرشک دیدۂ پر آب سے وضو کر کر

توقف اتنا کہ ہو میری اختتام نماز
ادا ہو تمام حیات اور ادھر تمام نماز
ہمیشہ پڑھتے ہیں شبیر کے غلام نماز

نہ ہووے کوئی مجھے غم بجز غم شبیر
ظفر یہ مانگ دعا پڑھ کے تو مدام نماز

مسدس بطور مرثیہ

نماز پڑھو کے سدا سجدہ و قیام کے ساتھ
اگر ہو دوستی اس سرور انام کے ساتھ
وظیفہ چاہیے ذکر غم امام کے ساتھ
تو ورد صبح کے ساتھ اور تو شام کے ساتھ
سلام شہ ہو صلوٰۃ علی الدوام کے ساتھ
کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کے ساتھ

ہزار کوئی عبادات میں رہے مشغول
نماز اسکی نہ مقبول نہ دعا مقبول
جو دل میں رکھتا ہو حب اہل بیت رسول
جو ہو تو دولت ہر دو جہاں ہو اس کو حصول
سلام شہ ہو صلوٰۃ علی الدوام کے ساتھ
کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کے ساتھ

بجز حسین ہو کوئی شفیع امت کیا
کرے جو وہ نہ شفاعت تو ہو شفاعت کیا

سلام شہ ہو صلوٰۃ علی الدوام کے ساتھ
کہ ہر نماز ادا ہوتی ہے سلام کے ساتھ

مخمسات

اسی دروازہ کے گدا ہین ہم

اب جنس ناروا ہین ہم

ایضاً

کب مین آوارہ کوبکو نہ گیا
مضطرب کیے ہر ایک سو نہ گیا
دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا

کہہ چکے تمسے بارہا ہین ہم | گرچہ آوارہ جون صبا ہین ہم
لیک لگ چلنے کو بلا ہین ہم

جرم ثابت ہوا ہی کیا ہمپر | نہین کھلتا یہ ماجرا ہمپر
اور اک ظلم ہی نیا ہمپر | ای بتو اسقدر جفا ہمپر
عاقبت بندۂ خدا ہین ہم

تونے دیکھا جسے اٹھاکر چشم | کیا مفتون اسے دکھاکر چشم
سنکے یہ چشم سے ملاکر چشم | سرمہ آلودہ مت رکھاکر چشم
دیکھو اس وضع سے خفا ہین ہم

گرچہ ہوتی رہی جفا پہ جفا | پر نہ سرکے وہان سے ایک ذرا
ہمپہ احسان یہ وفا نے کیا | تیرے کوچہ مین تا بہ مرگ رکھا
کشتۂ منت وفا ہین ہم

نہین مرہم طلب تن مجروح | ہی یہ اپنا عجب تن مجروح
دیکھو تو آسکے اب تن مجروح | ہی نمک سود سب تن مجروح
تیرے کشتون مین میرزا ہین ہم

ہوئی ہمکو نصیب جتنی عمر | تھی وہ تھوڑی سی یا بہت سی عمر
ہمنے اس طرح سے بسر کی عمر | آستان ہی پہ تیرے گذری عمر

لیک کہتے یہ دمبدم تو رہے | سبحہ گردان ہی میر ہمیشہ رہے

دست کوتاہ تا سبو نہ گیا ہو

ایضا

آشنائی سکے جو قابل ہین تو الفت والے | نہ یہ بے مہر و وفا دولت حشمت والے

یار وہ ہین جو ہین یارون سکے رفاقت والے | کیا غرض لا کہو خدائی مین ہون دولت والے

اُنکا بندہ ہون جو بندہ ہین محبت والے

اسقدر خواہش نظارہ مجھے ہی تیری | چاہو نہین اُسکو چھپاؤن تو نہین چھپ سکتی

جبکہ لکھواتا ہون یارون سے حقیقت اپنی | ہاے رہی حسرت دیدار مری ہاے کو بھی

لکھتے ہین ہاے دو چشمی سے کتابت والے

پس مردن مرے مرقد پہ کوئی بھی غمخوار | فاتحہ پڑھنے کو صد حیف نہ آیا یکبار

سوختہ جان کا بجز سوختہ جان کون ہو یار | نہین جز شمع مجاور مری بالین مزار

نہین جز کثرت پروانہ زیارت والے

دمبدم کلبۂ احزان مین ہی دم گھبراتا | دم کے جانے مین ہراب ہی کوئی دم جاتا

اور غمخوار تو صورت بھی نہین دکھلاتا | کبھی افسوس ہی آتا کبھی رونا آتا

دل بیمار کے ہین وہی عیادت والے

بھیجون کیا نامہ مین لکھوا کے تمھین دل کا راز | ہوئی تحریر ہی بیتابی دل کی غماز

ایضا

مفتی شہر کوئی ہووے کہ ہو قاضی شہر	ہوگا اس فاحشہ سے دل کا لگانا ٹھیک زہر
مگر اسکے ہیں غضب اور فریب اسکے ہیں قہر	زال دنیا ہی عجب طرح کی علامۂ دہر

مرد دیندار کو بھی دہریہ کر دیتی ہے *

بھیجتا تھا بت نوخط ہمیں خط پہلے بھی	لیک شہ حرف عتاب ایسے نہ لکھتا تھا کبھی
ہو گئی اور ہی کچھ طرز کتابت اسکی	بڑھتی جاتی ہے جو مشق ستم اس ظالم کی

کچھ محبت مری اصلاح بگڑ دیتی ہے

گرمی عشق جوانی کا ہے چارہ دشوار	وار اوسکے سر دہو پیری سے نہ کیونکر درکار
جسکو باور نہو وہ دیکھ لے اسکو سو بار	تپ دل شمع کی جب کم نہیں ہوتی ناچار

اسکو کافور سفیدی سحر دیتی ہے

رکھتا ہے زیب گلو جیسے طوق عشق کا طوق	کہتا ہے آہ و فغاں سے ہی مجھے عشق میں ذوق
حال رسوائی مرا سننے سے ہے یار کو شوق	کوئی غماز نہیں میری طرف سے اے ذوق

کان اسکے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

ایضاً

سرور انبیاء وہ نبی جسکے نہیں بعد نبی	دیکھ کر شان تری عرش کی بھی شان دبی
اپنا تجھ سے کہیں وقت شفاعت طلبی	مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جان باد فدایت کہ عجب خوش لقبی

سوز عصیان سے جگر سوختہ جب مخلوقات | آئین صحرا سے قیامت مین جلبگاہ نجات
کہین سرچشمۂ احسان سے شہا تیری ذات | ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات

لطف فرما کہ زحد میگذرد تشنہ لبی

ہی ظفر کے دل بیمار کا بھی حال وہی | اور اسی طرح سے اب چارہ طلب ہو وہ بھی
کہ گیا آگے تنا مین تری جیسے قدسی | سیدا انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوے تو قدسی پی درمان طلبی

ایضاً

جو عشق باز ہین وہ رہ دین پہ آچکے | سربازی وفا مین دیا گھر لٹا چکے
واعظ برب کعبہ تجھے ہم جتا چکے | جو دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے

وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

ساری حقیقت ابتو مری اُنپہ کھل گئی | ہر بات اور قابل تحریر کون سی
لیکر قلم کو ہاتھ مین ہون سوچتا یہی | کیا خط مین مدعا لکھون اپنا کہ مدعی

پہلے ہی اُنکو میری طرف سے پڑھا چکے

ہر چند اُسکا لطف عداوت سے کم نہین | اور آمد آمد اسکی کچھ آفت سے کم نہین
پر اپنے حق مین وہ بھی عنایت سے کم نہین | آنا بلا سے اُسکا قیامت سے کم نہین

مرتے ہین انتظار مین کہ روز آچکے

تجھ دیکھ کر ہماری نحیفی و ضعف کو
اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہ تم کہو

یہ چاہتے ہو سر سے ٹلے بوجھ دوستو
جبتک کہ سر ہی ساتھ ہی یہ سر کے ہو سو ہو

ہم اب تو سر پہ بار محبت اٹھا چکے

بسمل ہی ارادہ اگر ہے ترے قتل کا
بسمل کی طرح آہ تڑپتا ہوں میں سدا

چھوٹے کہیں عذاب سے تا جان مبتلا
کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ ایسی اک لگا

قصہ تمام عمر کا ہے پڑھنا چکے

ٹھہرے ہیں بعد مرگ فنا اس خرابہ میں
کیا کیا نہ ہنسنے آکے گیا اس خرابہ میں

ورنہ بجھ سے خراب سدا اس خرابہ میں
اب خاک کے ہیں ڈھیر تو کیا اس خرابہ میں

پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اڑا چکے

کہدو ظفر برانہ کہو میکدہ کو ذوق
تم دیکھ کر نہ دل میں کہو میکدہ کو ذوق

ہے کچھ تو وان بھی دیکھ تو لو میکدہ کو ذوق
بنکا ز و آج خوب چلو میکدہ کو ذوق

چھوڑو کہیں وظیفہ بہت پڑھ پڑھا چکے

ایضاً

یہ جانتے سب غنچے بھی ہیں اور گل تر بھی
ہے میری صدا شام بھی یہ اور سحر بھی

اور دیتے گواہی ہیں ہر و برگ شجر بھی
گل پھینکے ہیں اور ون کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی